بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحسَنَ الحَدِیثِ

- نمازِ جنازہ کی تکبیروں میں رفع یدین کا ثبوت
- صحیح حدیث پر عمل اصل میں قرآنِ مجید پر عمل ہے
- وحدت الوجود کیا ہے؟ اور اس کا شرعی حکم
- امام نعیم بن حماد الخزاعی المروزی رحمہ اللہ
- ننگے سر رہنا کیسا ہے؟

مدیر

حافظ زبیر علی زئی

مکتبۃ الحدیث

حضرو، اٹک: پاکستان

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ

ماہنامہ الحدیث حضرو

نضر الله امرأ سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه

جلد: 5	جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ جون ۲۰۰۸ء	شمارہ: 7

معاونین

حافظ ندیم ظہیر 0301-6603296

ابو جابر عبداللہ دامانوی 0300-7062081

محمد صفدر حضروی

ابو خالد شاکر

برائے رابطہ

اعظم بلال 0302-5756937

طارق مجاہد یزمانی 0345-8737752

قیمت

فی شمارہ : 20 روپے

سالانہ : 200 روپے

علاوہ محصول ڈاک

پاکستان: مع محصول ڈاک

250 روپے

خط کتابت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

ناشر حافظ شیر محمد
0300-5288783

مقامِ اشاعت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

عنوان	مصنف	صفحہ
فرض نماز کی فضیلت	ضیاء الحق عاصم	2
صحیح حدیث پر عمل اصل میں	حافظ زبیر علی زئی	6
توضیح الاحکام	حافظ زبیر علی زئی	12
فضائل اعمال	حافظ ندیم ظہیر	22
امام نعیم بن حماد...	حافظ زبیر علی زئی	30
ننگے سر رہنا کیسا ہے؟	ڈاکٹر عبداللہ دامانوی	49

احسن الحدیث

ضیاء الحق عاصم

فرض نماز کی فضیلت

﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴾

اور دن کے دونوں کناروں میں اور رات کی کچھ گھڑیوں میں نماز قائم کرو۔ بے شک نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں اور یہ یاد کرنے والوں کے لئے نصیحت ہے۔ (ھود:۱۱۴)

فقہ القرآن:

☆ علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مفسرین میں سے کسی کا اس بات میں اختلاف نہیں ہے کہ مذکورہ آیت میں ''الصلوٰۃ'' سے مراد فرض نمازیں ہیں۔ انھیں خصوصاً ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ایمان کے بعد ان کا درجہ آتا ہے۔ (تفسیر قرطبی ۹۳/۹)

☆ مذکورہ آیت سے فرض نماز کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ اس سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

☆ یہاں گناہوں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں۔ جیسا کہ صحیح مسلم (۲۳۳) میں اس کی وضاحت ہے اور کبیرہ گناہ توبۃ النصوح کے بغیر معاف نہیں ہوتے۔

☆ دونوں کناروں سے مراد نماز فجر اور نماز ظہر وعصر ہیں، اسے مشہور مفسر ابن عطیہ نے اختیار کیا ہے۔ (تفسیر قرطبی ۹۳/۹)

☆ رات کی کچھ گھڑیوں سے مراد نماز مغرب اور عشاء ہیں۔

☆ اس آیت کے شانِ نزول کے متعلق سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ایک آدمی نے کسی عورت کا بوسہ لے لیا اور پھر نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو اس حرکت سے آگاہ کیا، تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ پھر اسی آدمی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! کیا یہ صرف میرے لئے ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میری تمام امت کے لئے یہی حکم ہے۔ (بخاری:۵۲۶، مسلم:۲۷۶۳)

☆ قرآن مجید میں نماز وغیرہ کا اجمالی طور پر ذکر ہے۔اس کی کیفیت وطریقہ، تعداد رکعات اور اوقات کا تعین قرآن مجید میں مذکور نہیں۔اس کی ذمہ داری نبی کریم ﷺ کو سونپی گئی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ﴾ اور ہم نے آپ کی طرف ذِکرا ُتارا ہے تا کہ آپ لوگوں کے لئے کھول کر بیان کردیں جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے۔ (النحل:۴۴)

لہٰذا اس میں ان لوگوں کی تردید ہے جو کہتے ہیں:ہمیں قرآن کافی ہے، حدیث کی ضرورت نہیں۔

☆ اس سے حجیت حدیث پر بھی استدلال کیا جا سکتا ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہے۔

نماز اللہ کو یاد کرنے والوں کے لئے نصیحت ہے کہ اس سے ایمانی قوت میں اضافہ ہوتا ہے، افکار وخیالات میں نکھار پیدا ہوتا ہے، دل ودماغ روشن ہوتے ہیں اور انسان شیطانی چالوں اور نفس امارہ کی شرارتوں سے اپنا دفاع کرنے کے قابل ہوتا ہے۔

نمازِ جنازہ کی تکبیروں میں رفع یدین کا ثبوت

امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''قال أحمد بن محمد بن الجراح و ابن مخلد، قالا: ثنا (عمر) بن شبة قال: حدثنا یزید بن ھارون (قال:) أخبرنا یحي بن سعید عن نافع عن ابن عمر: أن النبي ﷺ کان إذا صلّی علٰی جنازة رفع یدیه في کل تکبیرة و إذا انصرف سلّم.'' سیدنا ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب نمازِ جنازہ پڑھتے تو ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے اور جب پھرتے (نماز ختم کرتے) تو سلام کہتے تھے۔ (کتاب العلل للدارقطنی ج ۱۳ ص ۲۲ ح ۲۹۰۸)

اس روایت کی سند حسن لذاتہ ہے۔امام دارقطنی اور یحییٰ بن سعید الانصاری دونوں تدلیس کے الزام سے بری ہیں۔دیکھئے الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین (ص ۲۶، ۳۲)

عمر بن شبہ صدوق حسن الحدیث ہیں۔احمد بن محمد بن الجراح اور محمد بن مخلد دونوں ثقہ ہیں۔ دیکھئے تاریخ بغداد (۴/۴۰۹ ت ۲۳۱۲، ۳/۳۱۰، ۳۱۱ ت ۱۴۰۶)

تنبیہ: کتاب العلل کا مذکورہ نسخہ محترم مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ کی لائبریری میں موجود ہے۔

فقہ الحدیث — حافظ زبیر علی زئی

صحیح حدیث پر عمل اصل میں قرآن مجید پر عمل ہے

أضواء المصابيح في تحقيق مشكوة المصابيح

١٤٤) وعن جابر قال :جاء ت ملائكة إلى النبي ﷺ وهو نائم، فقالوا : إنّ لصاحبكم هذا مثلاً، فاضربوا له مثلاً . قال بعضهم :إنه نائم . وقال بعضهم :إنّ العين نائمة والقلب يقظان . فقالوا:مثله كمثل رجلٍ بَنى دارًا وجعل فيها مأدُبة و بَعَث داعيًا فمن أجاب الداعي دخل الدار و أكل من المأدبة ومن لم يجب الداعي لم يدخل الدار ولم يأكل من المأدبة . فقالوا: أوّلوها له يفقهها. قال بعضهم :إنه نائم وقال بعضهم :إن العين نائمة والقلب يقظان . فقالوا:الدار الجنة والداعي محمدٌ فمن أطاع محمدًا فقط أطاع اللّٰه ومن عصى محمدًا فقد عصى اللّٰه و محمد فرقٌ بين الناس . رواه البخاري.

(سیدنا) جابر (بن عبداللہ الانصاری) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوئے ہوئے تھے کہ آپ کے پاس فرشتے آئے اور کہا: تمھارے اس ساتھی کی ایک مثال ہے، وہ مثال بیان کرو۔ بعض نے کہا: آپ سوئے ہوئے ہیں اور کچھ نے کہا: آنکھ سوئی ہوئی ہے اور دل بیدار ہے۔ پھر انھوں نے کہا: آپ کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جس نے ایک گھر بنایا اور اس میں دسترخوان بچھا کر (لوگوں کی طرف) ایک دعوت دینے والا بھیجا۔ پھر جس نے دعوت دینے والے کی دعوت قبول کی تو وہ گھر میں داخل ہو کر (اُس کے ساتھ) دسترخوان میں سے کھائے گا اور جس نے دعوت قبول نہ کی تو نہ گھر میں داخل ہوگا اور نہ دسترخوان سے کھائے گا۔ پھر انھوں نے کہا: اس مثال کی تشریح بیان کریں تا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سمجھ جائیں۔ بعض نے

کہا: آپ سوئے ہوئے ہیں اور کچھ نے کہا: آنکھ سوئی ہوئی ہے اور دل بیدار ہے۔
پھر انھوں نے کہا: گھر (سے مراد) جنت ہے اور دعوت دینے والے محمد (ﷺ) ہیں، پس جس نے محمد (ﷺ) کی اطاعت کی تو اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے محمد (ﷺ) کی نافرمانی کی تو اس نے اللہ کی نافرمانی کی، محمد (ﷺ) لوگوں میں فرق (کرنے والے) ہیں۔ اسے بخاری (۷۲۸۱) نے روایت کیا ہے۔

فقہ الحدیث:

① رسول اللہ ﷺ کی حدیث پر عمل کرنا اصل میں قرآن مجید پر عمل کرنا ہے۔
② انبیاء اور رسولوں کے خواب سچے ہوتے ہیں۔ یاد رہے کہ نبیوں اور رسولوں کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔
③ نیند کی حالت میں آپ کے دل کے بیدار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سونے سے آپ ﷺ کا وضو نہیں ٹوٹتا تھا۔ یاد رہے کہ آپ کے علاوہ ہر انسان کا وضو سونے سے ٹوٹ جاتا ہے جیسا کہ دوسری احادیث سے ثابت ہے۔ مثلاً دیکھئے سنن الترمذی (۹۶ وسندہ حسن وقال: ھٰذا حدیث حسن صحیح)
④ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت فرض ہے۔
⑤ لوگوں میں فرق اور جدائی کی وجہ صرف اور صرف محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا آخری رسول مانتے ہیں، قرآن و حدیث کو دینِ اسلام تسلیم کرتے ہیں، وہ ایک امت ہیں اور ان کے مقابلے میں سارے کفار (اور شدید مبتدعین) ایک ملت ہیں۔ حق و باطل کا یہ معرکہ اور اسلام و کفر کا مقابلہ قیامت تک جاری رہے گا۔
⑥ نبی ﷺ کے پاس فرشتوں کا آنا اور ان کی یہ گفتگو اس بات کی دلیل ہے کہ حدیث بھی وحی ہے۔
⑦ ''اس مثال کی تشریح بیان کریں تاکہ آپ (ﷺ) سمجھ جائیں، سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ عالم الغیب نہیں تھے۔ ﷺ

⑧ اگر کسی شخص میں اچھی خصلت ہو تو اس کی تعریف کی جا سکتی ہے لیکن خوشامد اور چاپلوسی جائز نہیں ہے۔

⑨ یہ فرشتے کون تھے؟ ان کے نام معلوم نہیں ہیں۔ دیکھئے فتح الباری (۲۵۵/۱۳)
لیکن سنن الترمذی (۲۸۶۰) کی ایک منقطع روایت میں آیا ہے کہ یہ جبرائیل اور میکائیل علیہما السلام تھے۔ امام ترمذی یہ روایت بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: یہ حدیث مرسل ہے۔ سعید بن ابی ہلال نے جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے ملاقات نہیں کی۔ (مطبوعہ دارالسلام ص ۶۴۲)
معلوم ہوا کہ روایتِ مذکورہ کے ضعیف ہونے کی وجہ سے اس مسئلے میں سکوت بہتر ہے۔

تنبیہ: جبرائیل اور میکائیل علیہما السلام کے نام قرآن مجید سے ثابت ہیں۔ (دیکھئے سورۃ البقرۃ:۹۸)
اسرافیل علیہ السلام کا نام صحیح مسلم (۷۷۰، دارالسلام:۱۸۱۱) میں مذکور ہے لیکن موت کے فرشتے (ملک الموت) کا نام عزرائیل کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔
وہب بن منبہ تابعی سے ایک موقوف (مقطوع) روایت میں یہ نام آیا ہے لیکن اس کی سند میں محمد بن ابراہیم بن العلاء منکر الحدیث ہے۔ دیکھئے العظمۃ لابی الشیخ الاصبہانی (۸۴۸/۳ ح ۳۹۴، ۹۰۰/۳ ح ۴۳۹) لہٰذا یہ روایت سخت ضعیف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔
اشعث نامی کسی تبع تابعی سے ثابت ہے کہ انھوں نے فرمایا: ملک الموت علیہ السلام کا نام عزرائیل ہے۔ (کتاب العظمۃ لابی الشیخ ج ۳ ص ۹۰۹ ح ۴۴۳ وسندہ صحیح)
اشعث تک سند صحیح ہے اور اشعث کے بارے میں شیخ رضاء اللہ بن محمد ادریس المبارکفوری لکھتے ہیں: وہ اشعث بن اسلم العجلی البصری الربعی ہیں۔ (ایضاً مترجماً)
اشعث بن اسلم رحمہ اللہ کے بارے میں امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا: ثقة
(تاریخ یحییٰ بن معین، روایۃ الدوری: ۳۴۰۳، الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ۲۶۹/۲ وسندہ صحیح)
حافظ ابن حبان نے انھیں کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ (۶۳/۶)
معلوم ہوا کہ عزرائیل کا لفظ تبع تابعین کے دور سے ثابت ہے۔ واللہ اعلم

⑩ اگر کسی عذر کی وجہ سے کسی شخص سے بلا واسطہ (Direct) بات کرنا ممکن یا مناسب نہ

ہوتو خوش اخلاقی اور اچھے طرزِ عمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے دوسرے ذریعے سے اس شخص تک اپنی بات پہنچانا جائز ہے۔

١٤٥) **وعن أنس قال :جاء ثلاثة رهط إلى أزواج النبي ﷺ يسألون عن عبادة النبي ﷺ فلما أخبروا بها كأنهم تقالّوها فقالوا:أين نحن من النبي ﷺ وقد غفر اللّٰه له ما تقدم من ذنبه وما تأخّر؟ فقال أحدهم :أما أنافأصلي الليل أبدًا . وقال الآخر :أنا أصوم النهار أبدًا ولا أفطر . وقال الآخر:أنا أعتزل النساء فلا أتزوج أبدًا، فجاء النبي ﷺ إليهم فقال :((أنتم الذين قلتم كذا و كذا؟ !أما واللّٰه !إني لأخشاكم للّٰه. و أتقاكم له، لكني أصوم و أفطر و أصلي و أرقد و أتزوج النساء فمن رغب عن سنتي فليس مني .)) متفق عليه .**

(سیدنا) انس (بن مالک رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی ازواج (مطہرات) کے پاس نبی ﷺ کی عبادت کے بارے میں پوچھنے کے لئے تین آدمی آئے پھر جب انھیں بتایا گیا تو گویا انھوں نے اسے بہت تھوڑا سمجھا اور کہا: ہم کہاں اور نبی ﷺ کہاں؟ اللہ نے (نبوت سے) پہلے اور (نبوت کے) بعد (ہر دور میں) آپ کے اور گناہوں کے درمیان پردہ ڈالا ہوا ہے یعنی آپ ﷺ تو گناہوں سے بالکل معصوم ہیں۔ان میں سے ایک نے کہا: میں تو ہمیشہ رات کو (نفل) نماز پڑھتا رہوں گا۔ دوسرے نے کہا: میں تو ہمیشہ روزے رکھوں گا اور افطار نہیں کروں گا۔تیسرے نے کہا: میں تو عورتوں سے علیحدہ ہو جاؤں گا اور کبھی شادی نہیں کروں گا۔ پھر ان کے پاس نبی ﷺ تشریف لائے تو (معلوم ہونے کے بعد) فرمایا:

تم نے ایسا ایسا کہا ہے؟ اللہ کی قسم ! میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے اور تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا

ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں، پس جس نے میری سنت سے منہ پھیرا تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔

متفق علیہ (البخاری:۵۰۶۳، مسلم:۱۴۰۱/۵)

فقہ الحدیث:

① ہمیشہ سنت پر عمل اور بدعات سے مکمل اجتناب کرنا چاہئے۔

② نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے جان بوجھ کر منہ پھیرنے والا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کا مخالف ہے۔

③ دینِ اسلام میں رہبانیت اور کلیتاً ترکِ دنیا کا کوئی تصور نہیں ہے۔

④ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور حدیث قیامت تک ہر دور میں حجت ہے۔

⑤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گناہوں سے بالکل معصوم ہونے کے باوجود کثرت سے عبادت کرتے تھے۔

⑥ بہتر سے بہتر عمل کی تلاش اور تحقیق میں مسلسل مصروف رہنا چاہئے۔

⑦ کتاب وسنت کے خلاف ہر بات کا رد کرنا اہلِ ایمان کا شیوہ ہے۔

⑧ اگر کوئی مسئلہ پیش آجائے تو کوشش کر کے بڑے عالم کے پاس جا کر پوچھنا چاہئے۔

⑨ کتنا ہی بڑا عالم وزاہد ہو، اسے اجتہادی غلطی لگ سکتی ہے لہٰذا دینِ اسلام میں تقلید کا کوئی تصور نہیں ہے۔

⑩ یہ تین آدمی کون تھے؟ کسی صحیح حدیث میں اس کی وضاحت نہیں ہے۔

اس سلسلے میں فتح الباری (۱۰۴/۹، ۱۰۵) وغیرہ میں مذکور سارے اقوال غیر ثابت ہیں۔

١٤٦) وعن عائشة رضي الله عنها قالت: صنع رسول الله ﷺ شيئاً فرخص فيه فتنزه عنه قوم فبلغ ذلك رسول الله ﷺ فخطب فحمد الله ثم قال: ((ما بال أقوام يتنزهون عن الشيءِ أصنعه ؟ فواللّٰهِ! إني لأعلمُهم بالله و أشدهم له خشية .)) متفق عليه .

(سیدہ) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کام کیا پھر آپ نے اس کی اجازت دے دی تو کچھ لوگوں نے اس کام سے (ناپسندیدگی کی بناء پر) اعراض کیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ نے اللہ کی حمد بیان کرتے ہوئے خطبہ دیا پھر فرمایا: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسی چیز سے اجتناب کرتے ہیں جسے میں کرتا ہوں؟ اللہ کی قسم! میں ان میں سب سے زیادہ اللہ کے بارے میں جاننے والا اور سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔

متفق علیہ (بخاری: ۶۱۰۱، مسلم: ۱۲۷/۲۳۵۶)

فقہ الحدیث:

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بہترین نمونۂ زندگی ہے جسے ہر وقت خوشی اور محبت سے اپنانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرنا چاہئے۔

② قرآن وحدیث کی مخالفت اور بدعات کی پیروی سے ہر وقت بچنا ضروری ہے۔

③ دربارِ الٰہی میں صرف وہی عمل معتبر ومقبول ہے جس پر قرآن وحدیث کی مُہر ثبت ہو۔

④ آپ نے کون سا کام کیا تھا؟ اس کے بارے میں مولانا عبیداللہ مبارکپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ظاہر ہے اس سے مراد رات کے بعض حصے میں نیند کرنا اور بعض دنوں میں نفلی روزے نہ رکھنا ہے، آپ نے شادیاں بھی کیں۔

دیکھئے مرعاۃ المفاتیح (ج ۱ ص ۲۴۲) واللہ اعلم

⑤ کتاب وسنت کے خلاف امور کا خطبے میں علانیہ رد کرنا مسنون ہے لیکن خاص آدمی کا نام لینے سے اجتناب کرنا چاہئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت سے محبت اور رحمت للعالمین ہونے کی وجہ سے ناپسندیدہ بات کا رد تو فرما دیا لیکن خطبے میں اپنے ان صحابہ کا نام نہیں لیا جنھوں نے اجتہادی لغزش کی وجہ سے مسنون کام سے اجتناب کرنے کا اظہار کیا تھا۔ داعی کو یہ طرزِ عمل ہمیشہ مدِّ نظر رکھنا چاہئے۔

⑥ بعض اوقات موقع کی مناسبت سے صراحت کے بجائے اشارے کنایے میں سمجھایا جا

سکتا ہے جیسا کہ امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (دیکھئے صحیح البخاری مع فتح الباری ۱۰/۵۱۳ باب من لم یواجہ الناس بالعتاب)

⑦ دنیا کا کوئی آدمی بھی رسول اللہ ﷺ کے برابر نہیں ہوسکتا چاہے کتنے ہی نیک اعمال کرے اور علم کا کتنا ہی بڑا پہاڑ بن جائے، کجا یہ کہ وہ آپ ﷺ سے بڑھ جائے؟ ایسا تصور سرے سے باطل اور محال ہے۔

یہاں پر بطورِ رد عرض ہے کہ ایک شخص نے لکھا ہے: ''انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو عُلوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ باقی رہا عمل، اس میں بسا اوقات بظاہر اُمتی مساوی ہوجاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں اور....''

عرض ہے کہ اس شخص کا عقیدہ باطل اور مردود ہے کیونکہ نبی ﷺ کے ساتھ اُمتیوں کے مساوی (برابر) ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کجا یہ کہ بڑھ جانے کا دعویٰ کردیا جائے۔!

اہلِ ایمان کا یہ عقیدہ ہے کہ ساری امت بلکہ ساری کائنات کے علوم و اعمال مل کر بھی نبی ﷺ کے علوم و اعمال تک نہیں پہنچ سکتے۔ اسی طرح اگر کسی شخص کو بہت لمبی عمر مل جائے اور وہ نیکیوں کے انبار لگا دے تو وہ نبی ﷺ کے کسی عام صحابی کے درجے تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''لو وزن إیمان أبي بکر بإیمان أهل الأرض لرجح به.'' اگر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے ایمان کا ساری زمین والوں کے ایمان سے وزن کیا جائے تو ان (سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ) کا ایمان بھاری ہوگا۔

(السنۃ لعبد اللہ بن احمد بن حنبل قلمی ص ۴۹ ب ح ۸۲۱، مطبوع ۱/۳۷۸ وسندہ حسن)

نبی کریم ﷺ کے بارے میں اپنی زبان کو کنٹرول میں رکھنا چاہئے کیونکہ بندہ ذرہ سی گستاخی سے بھی ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھنے کے ساتھ رب العالمین کے غضب اور ابدی عذاب کا حقدار ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بچائے۔ آمین

⑧ رسول اللہ ﷺ کی سنتِ مطہرہ پر عمل پیرا ہونے سے کبھی شرمانا نہیں چاہئے، جو کہ احادیث کی صورت میں مسلمانوں کے پاس موجود ہے۔ بعض مُلحدین اور بے دین لوگ

داڑھی اور ٹخنوں سے اوپر ازار پر اعتراضات اور طعن و تشنیع کرتے رہتے ہیں، ایسے اعتراضات اور طعن و تشنیع سے قطعاً گھبرانا نہیں چاہیے بلکہ نبی کریم ﷺ کے طریقے پر عمل کرنے میں دونوں جہانوں کی کامیابی کا یقین ہونا چاہیے۔

⑨ رسول اللہ ﷺ رحمت للعالمین ہیں۔

⑩ اگر سنت میں کسی بات کی رخصت موجود ہے تو خوامخواہ تشدد کرتے ہوئے سختی پر عمل کرنا صحیح نہیں ہے۔ بعض لوگ تصوف کے جال میں پھنس کر مصنوعی پرہیز گاری پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، یہ لوگ سخت گرمیوں میں دھوپ پر اور سخت سردیوں میں ٹھنڈے پانی میں بیٹھے رہتے ہیں۔ وغیرہ

یہ سارے اعمال خلافِ سنت ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے متعۃ النکاح سے رجوع کرلیا تھا

مشہور ثقہ تابعی امام الربیع بن سبرہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ''ما مات ابن عباس حتی رجع عن ھذہ الفتیا'' ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے فوت ہونے سے پہلے اس (متعۃ النکاح کے) فتوے سے رجوع کرلیا تھا۔

(مسند ابی عوانہ طبعہ جدیدہ ج ۲ ص ۲۷۳ ح ۳۲۸۴ وسندہ صحیح علیٰ شرط مسلم)

معلوم ہوا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے پہلے نکاحِ متعہ کے جواز والے فتوے سے رجوع کرلیا تھا لہٰذا اب ان کے سابقہ منسوخ اقوال سے اس مسئلے میں استدلال باطل ہے۔

امام ابن جریج اور متعہ: امام عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج (ثقہ حافظ) رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اشھدوا أني قد رجعت عنھا'' گواہ رہو کہ میں نے اس (متعۃ النکاح) سے رجوع کرلیا ہے۔ (مسند ابی عوانہ طبعہ جدیدہ ۲/۲۷۹ ح ۳۳۱۳ وسندہ صحیح، نیز دیکھئے فتح الباری ۹/۱۷۳)

[حافظ زبیر علی زئی]

حافظ زبیر علی زئی

توضیح الأحکام

سوال وجواب — تخریج الاحادیث

وحدت الوجود کیا ہے؟ اور اس کا شرعی حکم

سوال: میں آپ کے مؤقر اسلامی جریدے ماہنامہ ''الحدیث'' کا مستقل قاری ہوں۔ آپ جس محنت اور عرق ریزی سے مسائل کی تحقیق و تنقیح فرماتے ہیں، اس سے دل کو اطمینان وسرور حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے زورِ قلم کو اور بھی بڑھادے۔

دوسوالات پوچھنا چاہتا ہوں، اُمید ہے کہ آپ ان کی تحقیق وتخریج اور تنقیح فرمائیں گے۔

(پہلاسوال یہ ہے کہ) فلسفۂ وحدت الوجود کیا ہے؟ اس کی مکمل تفصیل اور تنقیح فرمائیں۔

والسلام: آپ کا دینی بھائی (محمد شیر وزیر۔ پی سی ایس آئی آر لیبارٹریز، پشاور)

[تنبیہ: دوسرا سوال آگے آرہا ہے۔ ان شاء اللہ]

الجواب: اردو لغت کی ایک مشہور کتاب میں وحدت الوجود کا مطلب اِن الفاظ میں لکھا ہوا ہے:

''تمام موجودات کو اللہ تعالیٰ کا وجود خیال کرنا۔ اور وجود ماسویٰ کو محض اعتباری سمجھنا جیسے قطرہ، حباب، موج اور قعر وغیرہ سب کو پانی معلوم کرنا'' (حسن اللغات فارسی اردو ص ۹۴۱)

وارث سرہندی کہتے ہیں: ''صوفیوں کی اصطلاح میں تمام موجودات کو خدا تعالیٰ کا وجود ماننا اور ماسوا کے وجود کو محض اعتباری سمجھنا۔'' (علمی اردو لغت ص ۱۵۵۱)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''**وأما الإتحاد المطلق الذي هو قول أهل وحدة الوجود الذين يزعمون أن وجود المخلوق هو عين وجود الخالق**''

اور اتحادِ مطلق اسے کہتے ہیں جو وحدت الوجود والوں کا قول ہے: جو سمجھتے ہیں کہ مخلوق کا وجود عین خالق کا وجود ہے۔ (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۱۰ ص ۵۹)

حافظ ابن تیمیہ دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: ''**فإن صاحب هذا الكتاب المذكور**

الذي هو (فصوص الحكم) و أمثاله مثل صاحبه القونوي والتلمساني وابن سبعين والششتري وابن الفارض وأتباعهم ، مذهبهم الذي هم عليه أن الوجود واحد و يسمون أهل وحدة الوجود ويدعون التحقيق والعرفان وهم يجعلون وجود الخالق عين وجود المخلوقات ''

کتابِ مذکور جو فصوص الحکم ہے، کا مصنف اور اس جیسے دوسرے مثلاً قونوی، تلمسانی، ابن سبعین، ششتری، ابن فارض اور ان کے پیروکار، ان کا مذہب یہ ہے کہ وجود ایک ہے۔ انھیں وحدت الوجود والے کہا جاتا ہے اور وہ تحقیق و عرفان کا دعویٰ رکھتے ہیں اور یہ لوگ خالق کے وجود کو مخلوقات کے وجود کا عین قرار دیتے ہیں۔ (مجموع فتاویٰ ج ۲ ص ۱۲۳، ۱۲۴)

حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا: ''المراد بتوحيد اللّٰه تعالٰى الشهادة بأنه إلٰه واحد وهذا الذي يسميه بعض غلاة الصوفية توحيد العامة، وقد ادعى طائفتان في تفسير التوحيد أمرين اخترعوهما أحدهما :تفسير المعتزلة كما تقدم ، ثانيهما :غلاة الصوفية فإن أكابرهم لما تكلموا في مسئلة المحو والفناء و كان مرادهم بذلك المبالغة فى الرضا والتسليم وتفويض الأمر ، بالغ بعضهم حتى ضاهى المرجئة في نفي نسبة الفعل إلى العبد ، وجرّ ذلك بعضهم إلٰى معذرة العصاة ثم غلابعضهم فعذرا لكفار ثم غلابعضهم فزعم أن المراد بالتوحيد اعتقاد وحدة الوجود ... ''

اللہ تعالیٰ کی توحید سے مراد اس کی گواہی دینا ہے کہ وہی ایک الٰہ ہے اور اسے بعض غالی صوفی: عوام کی توحید کہتے ہیں۔ دو گروہوں نے توحید کی تشریح میں دو باتیں گھڑی ہیں: ایک معتزلہ کی تفسیر جیسا کہ گزر چکا ہے۔ دوسرے غالی صوفی جن کے اکابر نے جب محو و فناء کے مسئلے میں کلام کیا اور ان کی اس سے مراد تسلیم و رضا اور معاملات کو اللہ کے سپرد کرنے میں مبالغہ تھا، ان میں سے بعض نے مبالغہ کر کے بندے سے نسبتِ فعل کی نفی کر کے مرجئہ سے برابری کی اور اس بات نے بعض کو گناہ گاروں کے معذور ہونے پر آمادہ کر لیا پھر بعض نے

غلو کر کے کفار کو بھی معذور قرار دیا پھر بعض نے غلو کر کے یہ دعویٰ کیا کہ توحید سے مراد وحدت الوجود کا عقیدہ ہے..... (فتح الباری ج ۱۳ ص ۳۴۸ کتاب التوحید باب:۱)

معلوم ہوا کہ ابن حجر کے نزدیک وحدۃ الوجود کا عقیدہ رکھنے والے بے حد غالی صوفی ہیں۔

ایک پیر نے اپنے مرید سے کہا: '' **اعتقد أن جميع الأشياء باعتبار باطنها متحد مع اللّٰہ تعالیٰ و باعتبار ظاهرها مغاير له وسواه** ''

یہ عقیدہ رکھو کہ تمام چیزیں باطنی لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ متحد ہیں اور ظاہری لحاظ سے اس کے علاوہ اور اس کا مغائر (غیر) ہیں۔

اس کے بارے میں ملا علی قاری حنفی نے کہا: '' **هذا كلام ظاهر الفساد مائل إلى وحدة الوجود أو الإ تحاد كما هو مذهب أهل الإلحاد** ''

اس کلام کا فاسد ہونا ظاہر ہے، یہ وحدت الوجود یا اتحاد کی طرف مائل ہے جیسا کہ ملحدین کا مذہب ہے۔ (الرد علی القائلین بوحدۃ الوجود لملا علی قاری ص ۱۳، مطبوعہ دار المامون للتراث دمشق، الشام)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے وحدت الوجود کے رد پر ایک رسالہ '' **اِبطال وحدة الوجود والرد على القائلين بها** '' لکھا ہے جو کویت سے تقریباً ایک سو اٹھائیس (۱۲۸) صفحات پر مشتمل مع فہرست و تحقیق چھپا ہے۔

ابن عربی (الحلولی) کی طرف منسوب کتاب فصوص الحکم میں لکھا ہوا ہے:

'' **فأنت عبد وأنت رب   لمن له فيه أنت عبد** ''

[بس تو بندہ ہے اور تُو رب ہے۔   '' کس کا بندہ! اس کا بندہ جس میں تو فنا ہو گیا ہے۔'']

(فصوص الحکم اردو ص ۱۵۷، فص حکمت علیۃ فی کلمۃ اسماعیلیۃ، مترجم عبدالقدیر صدیقی، دوسرا نسخہ ص ۷۷ مع شرح الجامی ص ۲۰۲، تنبیہ الغبی الی تکفیر ابن عربی للامام العلامۃ المحدّث برہان الدین البقاعی رحمہ اللہ ص ۱۷)

کتبِ لغت اور علماء کے ان چند حوالوں سے معلوم ہوا کہ ابن عربی (اور حسین بن منصور الحلاج) کے مقلدین کے عقیدے وحدت الوجود سے خالق اور مخلوق کا ایک ہونا، حلولیت اور اتحاد ظاہر ہے یعنی ان لوگوں کے نزدیک بندہ خدا اور خدا بندہ ہے۔ اب آپ کے سامنے

وحدت الوجود کا عقیدہ رکھنے والوں کی دس عبارتیں پیشِ خدمت ہیں جن سے درج بالا نتیجے کی تصدیق ہوتی ہے:

① تھانہ بھون کے حاجی امداد اللہ ولد حافظ محمد امین ولد شیخ بڈھا تھانوی عرف مہاجر مکی لکھتے ہیں:

''اوراس کے بعد اس کو ہُوٗ ہُوٗ کے ذکر میں اسقدر منہمک ہوجانا چاہیئے کہ خود مذکور یعنی (اللہ) ہوجائے اور فنا در فنا کے یہی معنی ہیں اس حالت کے حاصل ہوجانے پر وہ سراپا نور ہوجائے گا۔'' (کلیاتِ امدادیہ ص ۱۸، ضیاء القلوب)

تنبیہ: بریکٹ میں اللہ کا لفظ اسی طرح کلیاتِ امدادیہ میں لکھا ہوا ہے۔!

② حاجی امداد اللہ صاحب ایک آیت: ﴿وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾ (الذاریات:۲۱) کا غلط ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''خدا تم میں ہے کیا تم نہیں دیکھتے ہو۔'' (کلیاتِ امدادیہ ص ۳۱، ضیاء القلوب)

تنبیہ: آیتِ مذکورہ کا ترجمہ کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ الدہلوی لکھتے ہیں:

''ودر ذاتِ شما نشانہاست آیا نمی نگرید'' (ترجمہ شاہ ولی اللہ ص ۶۲۷)

یعنی اور تمھاری ذات میں نشانیاں ہیں کیا تم نہیں دیکھتے؟

شاہ ولی اللہ کے ترجمے کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اس آیت سے پہلی آیت میں آیات یعنی نشانیوں کا لفظ آیا ہے۔

③ حاجی امداد اللہ تھانہ بھونوی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''اس مرتبہ میں خدا کا خلیفہ ہوکر لوگوں کو اس تک پہونچاتا ہے اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہوجاتا ہے اس مقام کو برزخ البرازخ کہتے ہیں اور اس میں وجوب و امکان مساوی ہیں کسی کو کسی پر غلبہ نہیں'' (کلیاتِ امدادیہ ص ۳۵، ۳۶، ضیاء القلوب)

④ عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی لکھتے ہیں:

''ایک روز حضرت مولانا خلیل احمد صاحب زید مجدہ نے دریافت کیا کہ حضرت یہ

حافظ لطافت علی عرف حافظ مینڈھو شیخ پوری کیسے شخص تھے حضرت نے فرمایا ''پکا کافر تھا''
اور اسکے بعد مسکرا کر ارشاد فرمایا کہ ''ضامن علی جلال آبادی تو توحید ہی میں غرق تھے۔''

(تذکرۃ الرشید جلد۲ ص ۲۴۲)

عبارتِ مذکورہ میں حضرت سے مراد رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد سے مراد بذل المجہود، براہینِ قاطعہ اور المہند کے مصنف خلیل احمد انبیٹھوی سہارنپوری ہیں۔

ضامن علی جلال آبادی کون تھے اور کس توحید میں غرق تھے؟ اس کے بارے میں گنگوہی صاحب ارشاد فرماتے ہیں:

''ضامن علی جلال آبادی کی سہارنپور میں بہت رنڈیاں مرید تھیں ایکبار یہ سہارنپور میں کسی رنڈی کے مکان پر ٹھیرے ہوئے تھے سب مریدنیاں اپنے میاں صاحب کی زیارت کیلئے حاضر ہوئیں مگر ایک رنڈی نہیں آئی میاں صاحب بولے کہ فلانی کیوں نہیں آئی رنڈیوں نے جواب دیا ''میاں صاحب ہم نے اُس سے بہتیرا کہا کہ چل میاں صاحب کی زیارت کو اُس نے کہا میں بہت گناہگار ہوں اور بہت روسیاہ ہوں میاں صاحب کو کیا منہ دکھاؤں میں زیارت کے قابل نہیں'' میاں صاحب نے کہا نہیں جی تم اُسے ہمارے پاس ضرور لانا چنانچہ رنڈیاں اُسے لیکر آئیں جب وہ سامنے آئی تو میاں صاحب نے پوچھا ''بی تم کیوں نہیں آئی تھیں؟'' اُس نے کہا حضرت روسیاہی کی وجہ سے زیارت کو آتی ہوئی شرماتی ہوں۔ میاں صاحب بولے ''بی تم شرماتی کیوں ہو کرنے والا کون اور کرانے والا کون وہ تو وہی ہے'' رنڈی یہ سُنکر آگ ہوگئی اور خفا ہوکر کہا لاحول ولاقوۃ اگرچہ میں روسیاہ و گنہگار ہوں مگر ایسے پیر کے مُنہ پر پیشاب بھی نہیں کرتی۔'' میاں صاحب تو شرمندہ ہوکر سرنگوں رہ گئے اور وہ اُٹھکر چلدی۔'' (تذکرۃ الرشید ج۲ ص۲۴۲)

اس طویل عبارت اور قصے سے معلوم ہوا کہ گنگوہی صاحب کے نزدیک توحید میں غرق پیر کا یہ عقیدہ تھا کہ زنا کرنے والا اور کرانے والا وہی یعنی خدا ہے۔ **معاذ اللّٰہ ثم معاذ اللّٰہ**

اللہ کی قسم! وحدت الوجود کا عقیدہ رکھنے والے وجودیوں کی ایسی عبارات نقل کرنے سے دل

ڈرتا اور قلم کانپتا ہے لیکن صرف احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے پیشِ نظر یہ حوالے پیش کئے جاتے ہیں اور صرف عام مسلمانوں کو ان کا اصلی چہرہ اور باطنی عقیدہ دکھانا مقصود ہے۔

⑤ ضامن علی جلال آبادی کو توحید میں غرق سمجھنے والے رشید احمد گنگوہی نے اپنے پیر حاجی امداد اللہ کو ایک خط لکھا تھا جس کے آخر میں وہ لکھتے ہیں:

''یا اللہ مُعاف فرمانا کہ حضرت کے اِرشاد سے تحریر ہوا ہے۔ جھوٹا ہوں، کچھ نہیں ہوں۔ تیرا ہی ظل ہے۔ تیرا ہی وجود ہے مَیں کیا ہوں، کچھ نہیں ہوں۔ اور وہ جو مَیں ہوں وہ تو ہے اور مَیں اور تُو خود شرک در شرک ہے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ ...'' !

(فضائل صدقات از زکریا کاندھلوی دیوبندی حصہ دوم ص ۵۵۶ واللفظ لہ، مکاتیب رشیدیہ ص ۱۰)

مَیں (گنگوہی) اور تُو (خدا) کا ایک ہونا وہ عقیدہ ہے جو وحدت الوجود کے پیروکار اور ابنِ عربی وغیرہ کے مقلدین کئی سو سالوں سے مسلسل پیش کر رہے ہیں۔

⑥ خواجہ غلام فرید، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا رد کرنے، عقیدۂ استوی علی العرش کو غلط اور عقیدۂ وحدت الوجود کو حق قرار دینے کے بعد کہتے ہیں:

''وحدت الوجود کو حق تسلیم کرنے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب خدا کے سوا کسی اور کا کوئی وجود ہی نہیں بلکہ سب خدا کا وجود ہے تو پھر بت پرستی کیوں ممنوع ہے اس کا جواب یہ ہے۔ بت خدا نہیں بلکہ خدا سے جدا نہیں ہے مثال کے طور پر زید کا ہاتھ زید نہیں ہے لیکن زید سے جدا نہیں ہے..'' (مقابیس المجالس عرف اشاراتِ فریدی ص ۲۱۸)

⑦ خواجہ محمد یار فریدی کہتے ہیں:

''گر محمّد نے محمد کو خدا مان لیا پھر تو سمجھو کہ مسلمان ہے دغا باز نہیں''

(دیوان محمدی ص ۱۵۶)

یہ وحدت الوجود ہی کا عقیدہ ہے جس کی وجہ سے محمد یار صاحب نے محمد رسول اللہ ﷺ کو خدا مان لیا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ عما یقولون علوًا کبیرًا ۔

⑧ محمد قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی اور اشرف علی تھانوی کے پیر حاجی امداد اللہ کہتے ہیں:

''حرمین میں بعض امور عجیب و پسندیدہ ہیں (۱) وحدۃ الوجود لوگوں میں بہت مُرتکز ہے میں مدینہ میں مسجد قبا کی زیارت کو گیا ایک آدمی کو دیکھا کہ اندر مسجد کے جاروب کشی میں مشغول ہے جب زیارت سے فارغ ہوکر میں باہر آیا اور جوتے پہننے کا قصد کیا تو سنا کہ کہتا ہے۔ یااللہ یا موجود اور دوسرا جو بیرون مسجد تھا کہتا تھا بل فی کل الوجود اس کو سن کر مجھ پر ایک حالت طاری ہوئی بعدہٗ لڑکوں کو شغدف میں دیکھا کہ کھیل رہے ہیں اور ایک لڑکا کہہ رہا ہے یَا اَللّٰہ لَیْسَ غَیْرُوكَ اس سے میں نہایت بے تاب ہوا اور کہا کہ کیوں ذبح کرتے ہو...''

(شمائم امدادیہ ص ۷۱، ۷۲، امداد المشتاق ص ۹۵ فقرہ: ۱۹۱)

ہر وجود میں اللہ کو موجود سمجھنا وحدت الوجود کا بنیادی عقیدہ ہے۔

⑨ حاجی امداد اللہ تھانہ بھونوی کہتے ہیں:

''ایک موحد سے لوگوں نے کہا کہ اگر حلوا و غلیظ ایک ہیں تو دونوں کو کھاؤ انھوں نے بشکل خنزیر ہوکر گُوہ کو کھالیا۔ پھر بصورت آدمی ہوکر حلوا کھایا اس کو حفظ مراتب کہتے ہیں جو واجب ہے'' (شمائم امدادیہ ص ۷۵، امداد المشتاق ص ۱۰۱، فقرہ: ۲۲۴، واللفظ لہ)

شمائم کے مطبوعہ نسخے میں غلیظ کے بجائے غلیط لکھا ہوا ہے جس کی اصلاح امداد المشتاق سے کر دی گئی ہے۔ گُوہ پاخانے کو کہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ وجودیوں کے نزدیک پاک و ناپاک سب ایک ہے۔

⑩ ایک سوال کو نقل کرتے ہوئے حاجی امداد اللہ صاحب لکھتے ہیں: ''سوالؔ دوم ....اور دوسری جگہ ضیاء القلوب ہی میں ہے تاوقتیکہ ظاہر و مظہر میں فرق پیش نظر سالک ہے بُوئے شرک باقی ہے اس مضمون سے معلوم ہوا کہ عابد و معبود میں فرق کرنا شرک ہے۔

جوابؔ دوم کوئی شک نہیں ہے کہ فقیر نے یہ سب ضیاء القلوب میں لکھا ہے اگر کہیں کہ جو کچھ کہا نہیں جاتا ہے کیوں لکھا گیا جواب یہ ہے کہ اکابرین اپنے مکشوفات کو تمثیلات محسوسات سے تعبیر کرتے ہیں تاکہ طالب صادق کو سمجھا دیں نہ یہ کہ کَاَنَّہٗ ، ھُوَ کہہ دیتے ہیں....''

(شمائم امدادیہ ص ۳۴، ۳۵)

خلاصہ یہ کہ عابد ومعبود کو ایک سمجھنا، اللہ تعالیٰ کو عرش پر مستوی نہ ماننا بلکہ اپنی ذات کے ساتھ ہر جگہ ہر وجود میں موجود ماننا اور حلولیت کا عقیدہ رکھنا مختصر الفاظ میں وحدت الوجود کہلاتا ہے۔
یہی وہ عقیدہ ہے جسے حسین بن منصور الحلاج مقتول اور ابنِ عربی صُوفی نے علانیہ پیش کیا۔
التنبیہ علیٰ مشکلات الہدایہ کے مصنف علی بن ابی العز الحنفی (متوفی ۷۹۲ھ) لکھتے ہیں:

''وهذا القول قد أفضى بقوم إلى القول بالحلول والإتحاد وهو أقبح من كفر النصارى فإن النصارى خصوه بالمسيح وهؤلاء عموا جميع المخلوقات ومن فروع هذا التوحيد :أن فرعون و قومه كاملوا الإيمان عارفون باللّٰه على الحقيقة ومن فروعه :أن عباد الأصنام على الحق والصواب وأنهم إنما عبدوا اللّٰه لا غيره ''

اور یہ قول ایک قوم کو حلول واتحاد کی طرف لے گیا ہے اور یہ نصرانیوں (عیسائیوں) کے کفر سے زیادہ بُرا ہے کیونکہ نصرانیوں نے تو اسے مسیح کے ساتھ خاص مانا اور انھوں نے تمام مخلوقات کے بارے میں عام کر دیا۔ اس (وجودی) توحید کی فروع میں سے ہے کہ فرعون اور اس کی قوم مکمل ایمان والے تھے، حقیقت پر اللہ کو پہچاننے والے تھے۔ اس کی فروع میں سے یہ بھی ہے کہ بتوں کی عبادت کرنے والے حق پر اور صحیح ہیں، انھوں نے اللہ ہی کی عبادت کی ہے، کسی دوسرے کی نہیں۔　(شرح عقیدہ طحاویہ ص ۷۸، ۷۹)

وحدت الوجود کا رد: درج بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ وحدت الوجود کا عقیدہ سراسر گمراہی اور کفریہ عقیدہ ہے جس کا رد شیخ الاسلام ابن تیمیہ، حافظ ابن حجر العسقلانی، قاضی ابن ابی العز الحنفی اور ملا علی قاری حنفی وغیرہم نے شدومد سے کیا ہے۔ ملا علی قاری وحدت الوجود کے رد میں اپنی کتاب کے آخر میں لکھتے ہیں:

''فإن كنت مؤمنًا و مسلمًا حقًا و مسلمًا صدقًا فلا تشك في كفر جماعة ابن عربي ولا تتوقف في ضلالة هذا القوم الغوي والجمع الغبي فإن قلتَ : هل يجوز السلام عليهم ابتداء ؟ قلتُ :لا ولا رد السلام عليهم بل لايقال

لهم :عليكم ، أيضًا فإنهم شر من اليهود والنصارى وإن حكمهم حكم المرتدين... ويجب إحراق كتبهم المؤلفة و يتعين علىٰ كل أحد أن يبين فسادشقاقهم و كساد نفاقهم فإن سكوت العلماء واختلاف (بعض) الآراء صار سببًا لهٰذا الفتنة وسائر أنواع البلاء ... ''

پھر اگر تم سچے مسلمان اور پکے مومن ہو تو ابن عربی کی جماعت کے کفر میں شک نہ کرو اور اس گمراہ قوم اور بے وقوف اکٹھ کی گمراہی میں توقف نہ کرو، پھر اگر تم پوچھو: کیا انھیں سلام کہنے میں ابتدا کی جا سکتی ہے؟ میں کہتا ہوں: نہیں اور نہ ان کے سلام کا جواب دیا جائے بلکہ انھیں وعلیکم کا لفظ بھی نہیں کہنا چاہئے کیونکہ یہ یہودیوں اور نصرانیوں سے زیادہ بُرے ہیں اور ان کا حکم مرتدین کا حکم ہے...ان لوگوں کی لکھی ہوئی کتابوں کو جلانا واجب ہے اور ہر آدمی کو چاہئے کہ ان کی فرقہ پرستی اور نفاق کو لوگوں کے سامنے بیان کردے کیونکہ علماء کا سکوت اور بعض راویوں کا اختلاف اس فتنے اور تمام مصیبتوں کا سبب بنا ہے....

(الرد علی القائلین بوحدۃ الوجود ص ۱۵۵، ۱۵۶)

محدثین کرام وعلمائے عظام کے ان صریح فتووں کے ساتھ عرض ہے کہ اپنے اسلاف سے بے خبر بعض دیوبندی ''علماء'' نے بھی وحدت الوجود کا زبردست رد کیا ہے مثلاً:

① حکیم میاں عبدالقادر فاضل دیوبند لکھتے ہیں:

''وحدۃ الوجود خود کو خدائی مسند پر جلوہ افروز ہونے والوں کا باطل عقیدہ وعمل ہے''

(تنزیہِ الٰہ ص ۱۸۵، مطبوعہ بیت الحکمت لوہاری منڈی لاہور، ملنے کا پتہ: کتب خانہ شان اسلام راحت مارکیٹ اردو بازار لاہور)

② خان محمد شیرانی پنجپیری دیوبندی (ژوب بلوچستان) نے وحدت الوجود کے رد میں ''کشف الجحود عن عقیدۃ وحدۃ الوجود'' نامی کتاب لکھی ہے جس کے ٹائٹل پر لکھا ہوا ہے کہ ''اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ جن لوگوں کا وحدۃ الوجود اور حلولی کا عقیدہ ہوتا ہے، وہ صحیح نہیں ہے۔''

ابن عربی صوفی کا رد: آخر میں وحدت الوجود کے بڑے داعی اور مشہور حلولی صوفی ابن عربی کا مختصر و جامع رد پیشِ خدمت ہے:

① حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاذ امام (شیخ الاسلام) سراج الدین البلقینی سے ابن عربی کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فوراً جواب دیا کہ وہ کافر ہے۔

(لسان المیزان ج۴ص۳۱۹، دوسرا نسخہ ج۵ ص۲۱۳، تنبیہ الغبی إلی تکفیر ابن عربی للمحدث البقاعی رحمہ اللہ ص۱۵۹)

ابن عربی کے بارے میں حافظ ابن حجر کا ایک گمراہ شخص سے مباہلہ بھی ہوا تھا جس کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔ ان شاء اللہ

② حافظ ابن دقیق العید نے ابومحمد عزالدین عبدالعزیز بن عبدالسلام السلمی الدمشقی الشافعی رحمہ اللہ (متوفی ۶۶۰ھ) سے ابن عربی کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا:

''شیخ سوء کذاب مقبوح ، یقول بقدم العالم ولا یری تحریم فرج ''إلخ

گندا، کذاب (اور) حق سے دُور شخص (تھا) وہ عالَم کے قدیم ہونے کا قائل تھا اور کسی شرمگاہ کو حرام نہیں سمجھتا تھا۔ الخ (الوافی بالوفیات ج۴ص۱۲۵، وسندہ صحیح، تنبیہ الغبی ص۱۳۸)

ابن عبدالسلام کا یہ قول درج ذیل کتابوں میں بھی دوسری سندوں کے ساتھ مذکور ہے:

(تنبیہ الغبی ص ۱۳۹، وسندہ حسن) مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ (ج۲ص۲۴۴ وسندہ حسن)

میزان الاعتدال (۶۵۹/۳) لسان المیزان (۳۱۱/۵، ۳۱۲، دوسرا نسخہ ۳۹۸/۶)

تنبیہ: الوافی بالوفیات میں کاتب کی غلطی سے ''أبی بکر بن العربی '' چھپ گیا ہے جبکہ صحیح لفظ ابی بکر کے بغیر ''ابن عربی '' ہے۔

③ ثقہ اور جلیل القدر امام ابوحیان محمد بن یوسف الاندلسی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۵ھ) نے فرمایا: ''ومن ذهب من ملاحدتهم إلى القول بالإتحاد والوحدة كالحلاج والشوذي وابن أحلى وابن العربي المقيم كان بدمشق وابن الفارض وأتباع هؤلاء كابن سبعين والتستري تلميذه وابن مطرف المقيم بمرسية والصفار المقتول بغرناطة وابن اللباج وأبوالحسن المقيم كان بلورقة

وممن رأيناهُ يُرمى بهذا المذهب الملعون العفيف التلمساني ... ''إلخ

اوران کے ملحدین میں سے جو اتحاد اور وحدت (یعنی وحدت الوجود) کا قائل ہے جیسے (حسین بن منصور) الحلاج، شوذی، ابن اَحلی، ابن عربی جو دمشق میں مقیم تھا، ابن فارض اور ان کے پیروکار جیسے ابن سبعین اور اس کا شاگرد تستری، مرسیہ میں رہنے والا ابن مطرف اور غرناطہ میں قتل ہونے والا الصفار، ابن اللباج اور لورقہ میں رہنے والا ابوالحسن اور ہم نے جنھیں اس ملعون مذہب کی تہمت کے ساتھ دیکھا ہے جیسے عفیف تلمسانی...الخ

(تفسیر البحر المحیط ج ۳ ص ۴۶۴، ۴۶۵، سورۃ المائدہ: ۱۷)

④ تفسیر ابن کثیر کے مصنف حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''وله كتابه المسمى بفصوص الحكم فيه أشياء كثيرة ظاهرها كفر صريح''

اور اس کی کتاب جس کا نام فصوص الحکم ہے، اس میں بہت سی چیزیں ہیں جن کا ظاہر کفرِ صریح ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱۳ ص ۱۶۷، وفیات ۶۳۸ھ)

⑤ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **''ولم يمدح الحيرة أحدمن أهل العلم والإيمان ولكن مدحها طائفة من الملاحدة كصاحب الفصوص ابن عربي وأمثاله من الملاحدة الذين هم حيارى... ''**

اہلِ علم اور اہلِ ایمان میں سے کسی نے بھی حیرت کی تعریف نہیں کی لیکن ملحدین کے ایک گروہ نے اس کی تعریف کی ہے جیسے فصوص الحکم والا ابن عربی اور اس جیسے دوسرے ملحدین جو حیران و پریشان ہیں... (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۱۱ ص ۳۸۵)

حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن القیم دونوں کے بارے میں ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

''ومن طالع شرح منازل السائرين تبين له أنهما كانا من أكابر أهل السنة والجماعة ومن أولياء هذه الأمة '' اور جس نے منازل السائرین کی شرح کا مطالعہ کیا ہے تو اس پر واضح ہوا کہ وہ (ابن تیمیہ اور ابن القیم) دونوں اہل سنت والجماعۃ کے اکابر اور اس امت کے اولیاء میں سے تھے۔ (جمع الوسائل فی شرح الشمائل ج ۱ ص ۲۰۷)

⑥ محدث بقاعی لکھتے ہیں کہ ہمارے استاذ حافظ ابن حجر العسقلانی کا ابن الامین نامی ایک شخص سے ابن عربی کے بارے میں مباہلہ ہوا۔ اس آدمی نے کہا: اے اللہ! اگر ابن عربی گمراہی پر ہے تو تُو مجھ پر لعنت فرما۔ حافظ ابن حجر نے کہا: اے اللہ! اگر ابن عربی ہدایت پر ہے تو تُو مجھ پر لعنت فرما۔

وہ شخص اس مباہلے کے چند مہینے بعد رات کو اندھا ہو کر مر گیا۔ یہ واقعہ ۷۹۷ھ کو ذوالقعدہ میں ہوا تھا اور مباہلہ رمضان میں ہوا تھا۔ (تنبیہ الغبی ص ۱۳۶، ۱۳۷)

⑦ ملا علی قاری حنفی کا حوالہ گزر چکا ہے جس میں انھوں نے کہا ہے کہ ابن عربی کی جماعت کے کفر میں شک نہ کرو۔

⑧ قاضی تقی الدین علی بن عبدالکافی السبکی الشافعی نے شرح المنہاج کے باب الوصیہ میں کہا: ''**ومن کان من هؤلاء الصوفية المتأخرين کإبن عربي وغيره فهم ضلال جهال خارجون عن طريقة الإسلام**'' اور جو اِن متاخرین صوفیہ میں سے ہے جیسے ابن عربی وغیرہ تو یہ گمراہ جاہل ہیں (جو) اسلام کے طریقے سے خارج ہیں۔ (تنبیہ الغبی ص ۱۴۳)

⑨ شمس الدین محمد العیزری الشافعی نے اپنی کتاب ''الفتاوی المنتشرة'' میں فصوص الحکم کے بارے میں کہا:

''**قال العلماء : جميع مافيه کفر لأنه دائر مع عقيدة الإ تحاد....**'' إلخ

علماء نے کہا: اس میں سارے کا سارا کفر ہے کیونکہ یہ اتحاد کے عقیدے پر مشتمل ہے۔ الخ

(تنبیہ الغبی ص ۱۵۲)

⑩ محدث برہان الدین البقاعی نے تکفیر ابن عربی پر تنبیہ الغبی کے نام سے کتاب لکھی ہے جس کے حوالے آپ کے سامنے پیش کئے گئے ہیں۔

معلوم ہوا کہ عام علماء اور جلیل القدر محدثین کرام کے نزدیک ابن عربی صوفی اور وحدت الوجود کا عقیدہ رکھنے والے لوگ گمراہ اور گمراہ کرنے والے ہیں۔ جن علماء نے ابن عربی کی تعریف کی ہے یا اسے شیخ اکبر کے خود ساختہ لقب سے یاد کیا ہے، اُن کے دو گروہ ہیں:

اول: جنھیں ابن عربی کے بارے میں علم ہی نہیں ہے۔

دوم: جنھیں ابن عربی کے بارے میں علم ہے۔ان کے تین گروہ ہیں:

اول: جو ابن عربی کی کتابوں اور اس کی طرف منسوب کفریہ عبارات کا یہ کہہ کر انکار کر دیتے ہیں کہ یہ ابن عربی سے ثابت ہی نہیں ہیں۔

دوم: جو تاویلات کے ذریعے سے کفریہ عبارات کو مشرف بہ اسلام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

سوم: جو ان عبارات سے کلیتاً متفق ہیں۔اس تیسرے گروہ اور ابن عربی کا ایک ہی حکم ہے اور پہلے دو گروہ اگر بذاتِ خود صحیح العقیدہ ہیں تو جہالت کی وجہ سے لاعلم ہیں۔

آخر میں عرض ہے کہ وحدت الوجود ایک غیر اسلامی عقیدہ ہے جس کی تردید قرآن مجید، احادیثِ صحیحہ، اجماع، آثارِ سلف صالحین اور عقل سے ثابت ہے۔مثلاً ارشادِ باری تعالیٰ ہے:﴿ ءَ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یَّخْسِفَ بِکُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِیَ تَمُوْرُ﴾ کیا تم بے خوف ہو اُس سے جو آسمان پر ہے کہ تمھیں زمین میں دھنسا دے پھر وہ ڈولنے لگے؟ (سورۃ الملک:۱۶)

رسول اللہ ﷺ نے ایک لونڈی سے پوچھا:((أَینَ اللّٰهُ ؟)) اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا:''فِی السَّمَاءِ '' آسمان پر ہے۔آپ نے پوچھا: میں کون ہوں؟ اس نے کہا: آپ اللہ کے رسول ہیں۔آپ ﷺ نے اُس لونڈی کے مالک سے فرمایا: ((أَعْتِقْهَا فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ.)) اسے آزاد کر دو کیونکہ یہ ایمان والی ہے۔

(صحیح مسلم:۵۳۷،ترقیم دارالسلام:۱۱۹۹)

ابو عمرو الطلمنکی نے کہا: اہلِ سنت کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ سات آسمانوں سے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے اور معیت سے مراد اُس کا علم (وقدرت) ہے۔

(دیکھئے شرح حدیث النزول لابن تیمیہ ص۱۴۴، ۱۴۵، ملخصاً)

تنبیہ: وحدت الوجود کے قائل حسین بن منصور الحلاج الحلولی کے بارے میں تفصیلی تحقیق

کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو:۲۱ ص ۸۔۱۱

وحدت الوجود اور علمائے دیوبند

دوسرا سوال: علماءِ دیوبند میں کون کون اس فلسفہ کے قائل تھے؟

(محمد شیر وزیر۔ پی سی ایس آئی آر لیبارٹریز، پشاور)

الجواب: علمائے دیوبند کے اکابر میں سے درج ذیل ''علماء'' وحدت الوجود کے قائل تھے:
رشید احمد گنگوہی، محمد قاسم نانوتوی، حسین احمد مدنی ٹانڈوی، اشرفعلی تھانوی اور ان سب کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ تھانہ بھونوی.

حاجی امداد اللہ لکھتے ہیں: ''نکتہ شناسا مسئلہ وحدۃ الوجود حق و صحیح ست در ایں مسئلہ شکے و شبہے نیست معتقد و فقیر و ہمہ مشائخ و فقیر و معتقد کسانیکہ با فقیر بیعت کردہ و تعلق میدارند ہمیں ست مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم و مولوی رشید احمد صاحب و مولوی محمد یعقوب صاحب و مولوی احمد حسن صاحب و غیرہم از عزیز ایں فقیر اند و تعلق با فقیر میدارند ہیچگاہ خلاف اعتقادات فقیر و خلاف مشرب مشائخ طریق خود مسلکی نخواند پذیرفت...''

''نکتہ شناسا مسئلہ وحدۃ الوجود حق و صحیح ہے اس مسئلہ میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ فقیر و مشائخ فقیر اور جن لوگوں نے فقیر سے بیعت کی ہے سب کا اعتقاد یہی ہے مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم و مولوی رشید احمد صاحب و مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی احمد حسن صاحب و غیرہم فقیر کے عزیز ہیں اور فقیر سے تعلق رکھتے ہیں کبھی خلاف اعتقادات فقیر و خلاف مشرب مشائخ طریقِ خود مسلک اختیار نہ کریں گے۔''

(کلیات اِمدادیہ، رسالہ در بیان وحدۃ الوجود ص ۲۱۸، ۲۱۹، شمائم امدادیہ ص ۳۲)

سرفراز خان صفدر گکھڑوی دیوبندی کے بھائی صوفی عبدالحمید خان سواتی لکھتے ہیں:
''علماء دیوبند کے اکابر مولانا محمد قاسم نانوتوی (المتوفی ۱۲۹۷ھ) اور مولانا مدنی (المتوفی ۱۳۷۷ھ) اور دیگر اکابر مسئلہ وحدۃ الوجود کے قائل تھے۔ حضرت نانوتوی کا رسالہ بھی اس مسئلہ پر موجود ہے اور متعدد مکاتیب میں بھی اس مسئلہ کا ذکر ہے اور حضرت مولانا حسین

احمد مدنیؒ کے مکاتیب میں بھی اس مسئلہ کی تصویب موجود ہے۔ اور مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ (المتوفی ۱۳۶۲ھ) نے بھی اس مسئلہ پر بہت کچھ لکھا ہے اور ان سب کے پیرو مرشد حضرت مولانا حاجی شاہ محمد امداداللہ مہاجر مکیؒ (المتوفی ۱۳۱۷ھ) تو اس مسئلہ میں بہت انہماک اور تیقّن رکھتے تھے۔'' (مقالاتِ سواتی حصہ اول، اکابر علمائے دیوبند اور نظریہ وحدۃ الوجود ص ۳۷۵)

عبدالحمید سواتی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ (المتوفی ۱۳۶۳ھ) نے دیوبندی جماعت کے اوصاف و خصوصیات کے سلسلہ میں لکھا ہے: ''اس جماعت کے امتیازی اوصاف میں ہم وحدۃ الوجود، فقہ حنفی کا التزام، ترکی خلافت سے اتصال، تین اصول متعین کر سکتے ہیں، جو اس جماعت کو امیر ولایت علیؓ کی جماعت سے جُدا کر دیتے ہیں۔'' (خطبات و مقالات ص ۲۳۷)

یہ بات کس قدر افسوس ناک ہے اور کس قدر لاعلمی کی بات ہے کہ یہ کہا جائے کہ علماء دیوبند وحدۃ الوجود کے قائل نہیں تھے۔ علماء دیوبند اور ان کے مقتداء و پیشواء حضرات بھی اس مسئلہ کے بڑی شدّ و مد سے قائل تھے۔

حکیم الامت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانویؒ نے متعدد کتابیں اس موضوع پر لکھی ہیں اور شیخ ابن عربیؒ (المتوفی ۶۳۸ھ) کا دفاع کیا ہے۔'' (مقالات سواتی حصہ اول ص ۳۷۵، ۳۷۶)

معلوم ہوا کہ اکابر علمائے دیوبند ابن عربی والے عقیدۂ وحدت الوجود کے بڑی شدّ و مد سے قائل تھے۔

احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں: ''اور وحدتِ وجود حق ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ نسخہ جدیدہ ج۱۴ ص ۶۶۱)

دوسرے مقام پر وحدت کو حق قرار دے کر احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

''اور اتحاد باطل اور اس کا معنی الحاد'' (فتاویٰ رضویہ ج۱۴ ص ۶۱۸)

عرض ہے کہ وحدت الوجود ہے ہی اتحاد باطل اور الحاد کا نام جیسا کہ پہلے سوال کے جواب میں متعدد حوالوں سے ثابت کر دیا گیا ہے لہٰذا وحدت الوجود کو حق قرار دے کر عجیب وغریب تاویلیں کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ (۱۶/ مارچ ۲۰۰۸ء)

حافظ ندیم ظہیر

فضائل اعمال

مصیبت زدہ کو تسلی دینے کی فضیلت

۱۳۰) سیدنا عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جو مومن اپنے بھائی کو کسی مصیبت پر تسلی دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن عزت کی پوشاک پہنائے گا۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۶۰۱، وسندہ ضعیف، قیس ابو عمارہ ضعیف راوی ہے۔)

بیمار پُرسی کی فضیلت

۱۳۱) سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے: جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کے لئے آتا ہے تو وہ جنت کے پھل چنتا آتا ہے یہاں تک کہ مریض کے پاس بیٹھ جائے۔ جب وہ بیٹھ جاتا ہے تو اسے رحمتِ (الٰہی) ڈھانپ لیتی ہے۔ اگر (عیادت) صبح کے وقت ہو تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کیلئے دعا کرتے رہتے ہیں اور اگر شام کے وقت ہو تو ستر ہزار فرشتے صبح تک اس کے لئے دعا گو رہتے ہیں۔ (حسن، سنن ابن ماجہ: ۱۴۴۲، واللفظ لہ، ابوداود: ۳۰۹۸، ۳۰۹۹)

فوائد:

دینِ اسلام ہمدردی، غمگساری، دوسرے کی خیر خواہی اور بہترین اخلاق کا درس دیتا ہے، پریشانی یا بیماری کے اوقات میں دوسرے کی اہمیت بڑھ جاتی ہے لہٰذا اس سلسلے میں کافی تاکید کی گئی ہے۔ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''**أمرنا بعيادة المريض**'' (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے) ہمیں مریض کی عیادت کرنے کا حکم دیا ہے۔ (صحیح بخاری: ۵۱۷۵)

مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں، ان میں سے ایک بیمار کی عیادت کرنا بھی ہے۔

(دیکھئے صحیح بخاری: ۱۲۴۰، صحیح مسلم: ۲۱۶۲، دارالسلام: ۵۶۵۱)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((أطعموا الجائع و عودوا المریض و فکوا العانی.))

بھوکے کو کھانا کھلاؤ، مریض کی عیادت کرو اور قیدی کو رہا کراؤ۔ (صحیح بخاری:۵۳۷۳)

مریض کی عیادت کے لئے ضرور جانا چاہئے کیونکہ اس سے مریض کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور اس کی بیماری سے توجہ بھی بٹ جاتی ہے۔ ع

ان کے دیکھے سے جو آتی ہے چہرے پر رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

بیمار پُرسی کے آداب: عیادت کے دوران میں اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہئے کہ مریض کے پاس شور، لغو باتیں یا ایسی گفتگو نہ کی جائے جس سے مریض راحت کے بجائے تکلیف محسوس کرے۔ اِدھر اُدھر کی سیاسی اور فضول گفت وشنید کے بجائے ایسی آراء ومشورے گوش گزار کرنے چاہئیں جو بیمار کے لئے سودمند ہوں، نیز وہ دعائیں اوراذکار بھی ہمیشہ پیشِ نظر رہیں جو اس سلسلے میں ثابت ہیں۔

نبی ﷺ جب کسی مریض کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے تو فرماتے:

((لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ .))

کوئی حرج نہیں، اگر اللہ نے چاہا تو (یہ بیماری) پاک کرنے والی ہے۔ (صحیح بخاری:۳۶۱۶)

رسول اللہ ﷺ اگر کسی مریض کے پاس (عیادت کے لئے) جاتے یا کوئی مریض آپ کے پاس لایا جاتا تو آپ فرماتے:

((أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ، اشْفِ وَأَنْتَ الشَّافِيْ، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاءُ كَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا .))

اے لوگوں کے پروردگار! بیماری کو لے جا اور شفا دے دے اور تو ہی شفا دینے والا ہے، تیری شفا کے علاوہ کوئی شفا نہیں، ایسی شفا جو کوئی بیماری نہ چھوڑے۔

(صحیح بخاری:۵۶۷۵، صحیح مسلم:۲۱۹۱، دارالسلام:۵۷۰۷)

نبی ﷺ نے فرمایا: جو کسی ایسے مریض کی عیادت کرے جس کی موت کا وقت (ابھی) نہ آیا ہو تو سات بار اس کے پاس یہ دعا پڑھے:

((اَسْأَلُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَنْ یَّشْفِیْکَ))

میں اللہ سے سوال کرتا ہوں جو عظمت والا اور عرشِ عظیم کا رب ہے کہ تجھے شفایاب کرے۔ پڑھے، تو اللہ تعالیٰ اسے اس بیماری سے عافیت دے دے گا۔

(سنن ابی داود: ۳۱۰۶، ترمذی: ۲۰۸۳، صحیح)

معلوم ہوا کہ مذکورہ دعا موت کے علاوہ ہر بیماری سے عافیت کا ذریعہ ہے۔ عیادت سے جہاں بیمار کو فائدہ پہنچتا ہے وہاں عیادت کرنے والے کو بھی بہت سے اجر وثواب سے نوازا جاتا ہے جس طرح کہ احادیث کے مفہوم سے واضح ہے۔ وللہ الحمد

۱۳۲) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی مریض کی عیادت کرتا ہے تو اسے آسمان سے ایک منادی کرنے والا (فرشتہ) آواز دیتا ہے: تو پاک (اچھا) ہے اور تیرا چلنا بھی اچھا ہے اور تو نے اپنی جگہ جنت میں بنالی ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۴۴۳، واللفظ لہ، ترمذی: ۲۰۰۸، وسندہ ضعیف، ابو سنان القسملی عیسیٰ بن سنان ضعیف ہے۔)

۱۳۳) سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ، نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو وہ (اس دوران میں) جنت کے پھلوں کو چننے میں مصروف رہتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۶۸، دارالسلام: ۶۵۵۳)

۱۳۴) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص مریض کی عیادت کرتا ہے تو وہ لوٹنے تک (اللہ کی) رحمت میں ہوتا ہے۔ جب وہ مریض کے پاس بیٹھ جاتا ہے تو (رحمتِ الٰہی میں) ڈوب جاتا ہے۔ (مسند احمد ۳۰۴/۳، صحیح)

فوائد:

ان دونوں حدیثوں میں بھی بیمار پرسی کی فضیلت بیان کرکے پُر زور طریقے سے ایک ایسے اہم کام کی ترغیب دی جارہی ہے جسے عام طور پر ترک کیا جارہا ہے۔

نام ونسب: ابوعبداللہ نعیم بن حماد بن معاویہ بن الحارث بن ہمام بن سلمہ بن مالک الخزاعی، المروزی الفارض رحمہ اللہ

شیوخ واساتذہ: آپ نے الحسین بن واقد رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۹ھ) کو دیکھا ہے اور ہشیم بن بشیر الواسطی، عبداللہ بن المبارک المروزی، قاضی فضیل بن عیاض اور ابوداود طیالسی وغیرہم سے روایات بیان کی ہیں۔

تلامذہ: آپ سے امام بخاری (مقروناً /دوسرے راویوں کے ساتھ ملاکر) ابوداود، دارمی، الذہلی، الجوزجانی، یحییٰ بن معین، ابوحاتم رازی، یعقوب بن سفیان الفارسی وغیرہ اماموں نے احادیث بیان کی ہیں۔ان اماموں میں سے درج ذیل ائمہ اپنے نزدیک صرف ثقہ (یعنی قابل اعتماد راوی) سے ہی روایت بیان کرتے تھے۔

۱: بخاری (قواعد فی علوم الحدیث للتھانوی ص ۲۲۲ دیکھئے:۳)

۲: ابوداود (نصب الرایہ ج ا ص ۱۹۹، تہذیب التہذیب ۲/ ۲۹۸ ترجمہ: الحسین بن علی بن الاسود، ۳/ ۱۵۶ ترجمہ: داود بن امیہ)

۳: یحییٰ بن معین (اعلاء السنن ج ۱۹ و قواعد فی علوم الحدیث للتھانوی ص ۲۱۸)

۴: یعقوب بن سفیان الفارسی (تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۳۳۹، طلیعة التنکیل ص ۲۴ ملخصاً)

اس مسئلہ میں راقم الحروف نے ایک رسالہ ''جزء في أسماء من کان لایروي إلا عن ثقة عنده'' لکھا ہے۔یہ رسالہ میری کتاب ''تخریج النھایة فی الفتن والملاحم'' میں درج ہے۔(ص ۳۸۹، ۳۹۰ ح ۱۲۶۹) **یسر اللہ لنا طبعه**

علمی خدمات

عباس بن مصعب (بن بشر المروزی) سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: ''وضع (نعیم بن حماد الفارضي) کتب الرد علی أبي حنیفة و ناقض محمد بن الحسن و وضع ثلاثة عشر کتاباً فی الرد علی الجھمیة و کان من أعلم الناس بالفرائض....'' نعیم بن حماد الفارضی نے ابوحنیفہ کے رد میں کتابیں لکھیں اور محمد بن الحسن (الشیبانی کے اصول وغیرہ) کو توڑا اور جہمیوں کے رد میں تیرہ (۱۳) کتابیں تصنیف کیں اور وہ لوگوں میں علم الفرائض کے سب سے زیادہ عالم تھے۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر ۱۲۳/۶۵، وسندہ ضعیف، یہ روایت الکامل لابن عدی [۲۴۸۲/۷، دوسرا نسخہ ۲۵۲/۸] میں محرف سند کے ساتھ مذکور ہے۔)

اس قول کے بعد نعیم بن حماد کے بعض فقہی تفردات پر امام ابن المبارک کی تنقید مذکور ہے لیکن یاد رہے کہ یہ سارا قول عباس بن مصعب سے ثابت ہی نہیں ہے۔ ابن عدی نے اسے محمد بن عیسیٰ بن محمد المروزی (نامعلوم) سے، اس نے اپنے والد عیسیٰ بن محمد المروزی (نامعلوم) سے بیان کر رکھا ہے۔

امام ابوحنیفہ کے رد میں امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے ایک کتاب لکھی ہے جو کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں مطبوع ہے۔ کوثری وغیرہ مبتدعین نے رُدودِ ابن ابی شیبہ کے غلط سلط اور گنجینۂ مغالطات و اباطیل جوابات دینے کی کوشش کی ہے جن کی علمی میدان میں چنداں حیثیت نہیں ہے۔ نعیم بن حماد کی کتابوں میں سے کتاب الفتن اور زوائد الزہد مطبوع ہیں۔

نعیم اور کتبِ ستہ

نعیم بن حماد کی احادیث صحیح بخاری، مقدمہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ (سنن ابی داود، سنن ترمذی، سنن نسائی و سنن ابن ماجہ) وغیرہ میں موجود ہیں۔ صحیح بخاری میں آپ کی (میرے علم کے مطابق) کل روایات درج ذیل ہیں:

۱: ج ۱ ص ۳۸ آخر کتاب الوضوء باب دفع السواك إلی الأکبر/متابعةً ح ۲۴۶

۲: ج ۱ ص ۵۶۔ کتاب الصلوة، باب فضل استقبال القبلة/ متابعةً ح ۳۹۲
۳: ج ۱ ص ۵۲۹: کتاب المناقب، باب ذکر أسامة بن زید /متابعةً ح ۳۷۳۶
۴: ج ۱ ص ۵۴۳: کتاب مناقب الأنصار، باب القسامة فی الجاھلیة /
جنات کے بارے میں ایک غیر مرفوع اثر ہے۔ ح ۳۸۴۹
۵: ج ۲ ص ۶۲۲: کتاب المغازی، باب بعث النبي صلی اللّٰہ علیه و سلم خالد بن الولید /متابعةً ح ۴۳۳۹
۶: ج ۲ ص ۱۰۵۷: کتاب الأحکام، باب الأمراء من قریش/ متابعةً ح ۷۱۳۹
۷: ج ۲ ص ۱۰۶۶: کتاب الأحکام ، باب إذا قضی الحاکم إلخ/ متابعةً ح ۷۱۸۹

یہ تمام روایات (سوائے اثر نمبر ۴ کے) متابعات میں ہیں۔ انھیں نعیم کے علاوہ دوسرے راویوں نے بھی بیان کیا ہے۔ صحیحین میں جن راویوں کی روایات بطورِ استشہاد، تائید و متابعات ذکر کی گئی ہیں وہ راوی صحیحین کے مصنفین کے نزدیک ثقہ وصدوق، حسن الحدیث اور لابأس بہ ہیں۔ محمد بن طاہر المقدسی (متوفی ۵۰۷ھ) ''شروط الأئمة الستّة'' میں حماد بن سلمہ کے بارے میں لکھتے ہیں: ''بل استشھد به في مواضع لیبیّن أنه ثقة''
بلکہ (امام بخاری نے) اس (حماد بن سلمہ) سے بعض مقامات پر استشہاد کیا ہے تاکہ یہ واضح ہوجائے کہ وہ (حماد بلحاظ عدالت) ثقہ ہیں۔ (ص ۲۰ وفی نسخۃ ص ۱۸)

یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ صحیحین کے مصنفین کے نزدیک ثقہ ہونے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ وہ راوی تمام محدثین کے نزدیک بھی ثقہ ہیں، بلکہ حق یہی ہے کہ اختلاف کی صورت میں جمہور محدثین کو ترجیح دی جائے گی اور ضعیف عند الجمہور راویوں کی صحیحین میں روایت کو متابعات وشواہد پر محمول کر کے صحیح وحسن ہی سمجھا جائے گا۔ غیر صحیحین میں ایسے راوی کی روایت ضعیف ہوتی ہے جسے جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہو۔

ائمہ جرح وتعدیل اور نعیم بن حماد

نعیم بن حماد کے بارے میں اسماء الرجال کے ماہرین وائمہ مسلمین کا اختلاف ہے۔

بعض اس پر جرح کرتے ہیں اور جمہور توثیق کرتے ہیں۔ جارحین میں سے بعض سے جرح کا ثبوت ہی محلِ نظر ہے اور معدلین میں سے بعض نے تعدیلِ مفسر کر رکھی ہے۔

جارحین اور ان کی جروح کا جائزہ

☆ امام ابوداود: آجری نے ابوداود سے نقل کیا ہے کہ نعیم نے بیس کے قریب ایسی مرفوع احادیث بیان کی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (تہذیب التہذیب ص ۴۱۱ ج ۱۰)

اس جرح کا ناقل ابوعبید آجری بلحاظ عدالت وثقاہت نامعلوم ہے۔ سوالات کے محقق محمد علی قاسم العمری نے شدید افسوس کے ساتھ اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ انہیں ابوعبید الآجری کا ترجمہ یعنی حالات نہیں ملے۔ (ص ۳۸)

اگر بفرضِ محال یہ جرح ثابت بھی ہو تو نعیم کو بری الذّمہ قرار دینا آسان ہے کیونکہ کسی محدّث کا بے اصل روایات بیان کرنا اس محدث کے مجروح ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ ابن ماجہ، خطیب بغدادی، ابونعیم اصبہانی وغیرہم نے متعدد بے اصل بلکہ موضوع روایات بیان کی ہیں۔ ان روایات میں جرح دوسرے راویوں پر ہوتی ہے نہ کہ ان محدثین پر لہٰذا نعیم کی بیان کردہ بے اصل روایات کے بے اصل ہونے کی وجہ اوپر کے راوی ہیں نہ کہ نعیم۔

فليتنبه فإنه مهم

☆ یحییٰ بن معین: بکر بن سہل (ضعیف) نے عبدالخالق بن منصور (نامعلوم؟) سے نقل کیا ہے کہ امام ابن معین رحمہ اللہ نعیم مذکور پر جرح کرتے تھے۔ (تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۱۱ ملخصاً)

اس روایت کا سقوط ظاہر ہے اور امام ابن معین سے یہ ثابت ہے کہ وہ نعیم کی توثیق کرتے تھے۔ جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ ان شاء اللہ

☆ نامعلوم جارح: دولابی نے کسی ''غیر'' (نامعلوم) شخص سے نقل کیا: ''**كان يضع الحديث في تقوية السنّة وحكايات عن العلماء فی ثلب أبي حنيفة مزورة كذب**''

وہ (نعیم بن حماد) سنّت کی تقویت میں احادیث گھڑتا تھا اور مثالب ابی حنیفہ میں علماء سے

جھوٹی، خانہ ساز روایات بیان کرتا تھا۔ (الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۲۴۸۲)

دولابی بذاتِ خود قولِ راجح میں ضعیف ہے۔

دیکھئے میزان الاعتدال (۴۵۹/۳) ولسان المیزان (۴۱/۵، ۹۴۲)

امام ابن عدی نے (دولابی ضعیف کا یہ قول ردّ کرتے ہوئے) کہا: ''**وابن حماد متهم فیمایقول ــــ یعني ــــ في نعیم لصلابته فی أهل الرأي**'' ابن حماد (دولابی) نعیم کے بارے میں جو کچھ کہتا ہے متہم ہے۔ کیونکہ وہ (دولابی) اہل الرائے میں بہت پکا (یعنی اہلِ سنت کا سخت مخالف) تھا۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر ۲۵/۵۴ وسندہ صحیح)

اس قول کے باطل وساقط ہونے کی تیسری دلیل جارح کا مجہول ہونا ہے۔ جس شخص کا اپنا اتا پتا معلوم نہیں اس کی جرح کا کیا اعتبار ہوسکتا ہے؟

(۱) الدولابي: دولابی نے نعیم پر وضع حدیث کا الزام لگایا ہے۔ (الکامل ص ۲۴۸۳ ج ۷)

یہ الزام دو وجہ سے مردود ہے:

۱: دولابی بذات خود ضعیف ہے۔ کما تقدم

۲: اس کا شیخ ''غیـــرہ'' مجہول اور متہم ہے لہٰذا مجہول و متہم شیخ سے جرح لے کر اُسے اندھا دھند مؤثر قرار دینا انتہائی غلط بات ہے۔

(۲) الازدی: ازدی نے کہا: **قالوا: ''کان یضع الحدیث'' إلخ**

انھوں نے کہا کہ وہ (نعیم) حدیث گھڑتا تھا۔ الخ (تہذیب التہذیب ۴۱۲/۱۰)

یہ قول دو وجہ سے مردود ہے:

۱: قالوا کے فاعلین (قائلین) نامعلوم و مجہول ہیں۔

۲: ازدی بذات خود ضعیف ہے۔

دیکھئے تاریخ بغداد (۲۴۴/۲ ت ۷۰۹) اور میزان الاعتدال (ج ۳ ص ۵۲۳)

(۳) ابواحمد الحاکم نے کہا: ''**ربما یخالف في بعض حدیثه**'' بعض اوقات اس کی بعض احادیث میں مخالفت کی جاتی ہے۔ (تہذیب التہذیب ۴۶۹/۱۰)

ممکن ہے کہ یہ قول ابو احمد الحاکم الکبیر کی کتاب الکنیٰ میں ہو۔ واللہ اعلم

(۴) ابو عروبہ: ابو عروبہ نے کہا: ''**كان نعيم بن حماد مظلم الأمر**''
نعیم بن حماد کا معاملہ اندھیرے میں تھا۔ (الکامل لابن عدی ۷/۲۴۸۲ دوسرا نسخہ ۸/۳۵۱)

(۵) الدارقطنی: امام دارقطنی نے کہا: ''**إمام في السنة ، كثير الوهم**''
وہ سنت کے امام ہیں (اور) کثرت سے وہم (غلطیاں) کرنے والے ہیں۔
(سوالات الحاکم النیسابوری للدارقطنی: ۵۰۳)

(۶) مسلمہ بن القاسم: مسلمہ نے کہا:
''**كان صدوقاً وهو كثير الخطأ و له أحاديث منكرة في الملاحم، انفرد بها وله مذهب سوء في القرآن....**'' إلخ
(تہذیب التہذیب ۱۰/۴۶۸)

(اگر یہ جرح مسلمہ سے ثابت ہو تو) اس جرح کا جارح مسلمہ بن القاسم بذات خود ضعیف اور مشبہہ (خالق کو مخلوق سے تشبیہ دینے والا) تھا۔ (دیکھئے لسان المیزان ۶/۳۵، دوسرا نسخہ ۶/۲۱۶)
فرقۂ مشبہہ کے ساقط العدالت شخص کی جرح اور خاص طور پر اہل السنۃ پر جرح اصلاً مردود ہے۔

(۷) ابن یونس مصری نے کہا:
''**وكان يفهم الحديث فروى أحاديث مناكير عن الثقات**''
نعیم بن حماد حدیث کا فہم رکھتے تھے پھر انھوں نے ثقہ راویوں سے منکر روایات بیان کی ہیں۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر ۶۵/۱۲۳)

(۸) النسائی نے کہا: ''**ضعيف مروزي**'' (کتاب الضعفاء والمتروکین: ۵۸۹)

(۹) دحیم نے نعیم کی بیان کردہ ایک روایت کے بارے میں کہا: ''**لا أصل له**'' اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی: ۷۸۳، میزان الاعتدال ۴/۲۶۹)
یاد رہے کہ اس روایت میں ولید بن مسلم (مدلس) کا عنعنہ ہے۔

دیکھئے کتاب التوحید لابن خزیمہ (ص ۱۴۴، دوسرا نسخہ ۱/ ۳۴۸ ح ۲۰۶)

یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ ولید بن مسلم کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے لیکن بعض الفاظ کے صحیح بخاری (۴۸۰۰) وغیرہ میں شواہد موجود ہیں۔ واللہ اعلم

☆ ابوزرعہ الدمشقی نے کہا: ''یصل أحادیث یو قفھا الناس''

وہ ایسی احادیث کو موصولاً (مرفوعاً) بیان کرتے تھے جنھیں لوگ موقوف بیان کرتے ہیں۔

(تہذیب الکمال ۷/ ۳۵۱، تاریخ الاسلام للذہبی ۱۶/ ۴۲۶)

اس قول کی امام ابوزرعۃ الدمشقی تک صحیح سند نا معلوم ہے۔

☆ صالح جزرہ سے مروی ہے کہ ''کان نعیم یحدث من حفظه و عنده منا کیر کثیرۃ لا یتا بع علیھا'' نعیم اپنے حافظے سے احادیث بیان کرتا تھا اور اس کے پاس بہت سی منکر روایات ہیں جن میں اسکی متابعت نہیں کی جاتی ہے۔ (تاریخ بغداد ص ۳۱۲ ج ۱۳)

اس قول کا راوی ابوالفضل یعقوب بن اسحاق بن محمود الفقیہ الحافظ ہے جس کے حالات مطلوب ہیں۔ اسی طرح محمد بن العباس العصمی کا تذکرہ بھی مطلوب ہے۔ و اللہ أعلم

☆ حافظ ذہبی نے متعدد کتب میں نعیم پر جرح کی اور کہا:

''لا یجوز لأحد أن یحتج به'' إلخ

اس کے ساتھ حجت پکڑنا جائز نہیں ہے۔ الخ (سیر اعلام النبلاء ص ۶۰۹ ج ۱۰)

اس کے برخلاف حافظ ذہبی سے نعیم کی توثیق بھی ثابت ہے۔ کما سیأتي (اقوالِ تعدیل: ۱۱)

لہٰذا ان کے دونوں اقوال باہم متعارض ہو کر ساقط ہو گئے ہیں۔ نیز دیکھئے میزان الاعتدال (ج ۲ ص ۵۵۲ ترجمہ عبدالرحمٰن بن ثابت بن الصامت)

ان تجریحی اقوال کا مختصر جائزہ یہ ہے کہ بعض جارحین بذات خود ضعیف اور ساقط العدالت ہیں، بعض سے جرح کا ثبوت مشکوک ہے اور بعض کا کلام باہم متعارض ومتناقض ہے، باقی بچے چھ (۶) محدثین...... ان محدثین کی جروح کے مقابلے میں جمہور محدثین کی تعدیل و توثیق درج ذیل ہے:

معدلین اور ان کی توثیق

(۱) البخاری: امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری نے اپنی شہرہ آفاق کتاب الجامع الصحیح میں نعیم سے روایت بیان کی ہے۔ کما تقدم

(۲) ابوداود نے نعیم سے روایت بیان کی ہے اور وہ اپنے نزدیک صرف ثقہ سے روایت کرتے تھے۔ کما تقدم

(۳) یعقوب بن سفیان الفارسی۔ کما تقدم

(۴) یحییٰ بن معین: امام یحییٰ بن معین نے کہا: ثقة (سوالات ابن الجنید ص ۳۹۸ ت ۵۲۸)

اور کہا: ''كان رفيقي في البصرة'' وہ بصرہ میں میرے ساتھی تھے۔ (ایضاً ت ۵۲۹ ص ۳۹۹)

امام ابن معین سے یہ دونوں روایتیں صحیح ثابت ہیں اور دوسری تعدیلی روایات کے لئے تاریخ بغداد اور تہذیب الکمال وغیرہما کا مطالعہ کریں۔

(۵) الترمذی: امام ترمذی نے نعیم بن حماد کی ایک حدیث کو ''صحیح غریب'' کہا ہے۔

(جامع الترمذی مع التحفہ ج ۳ ص ۱۷۱، آخر ابواب فضائل الجهاد، ح ۱۶۶۳، والنسخۃ الباکستانیۃ مع العرف الشذی ج ۱ ص ۲۹۵)

محدثین کا کسی روایت یا سند کی تصحیح کرنا اس روایت یا سند کے تمام راویوں کی توثیق ہوتی ہے۔ دیکھئے نصب الرایۃ للزیلعی (ج ۳ ص ۲۶۴ و ج ۱ ص ۱۴۹) اور الاقتراح لابن دقیق العید (ص ۵۵) وغیرہما.

(۶) الامام المعتدل احمد العجلی: امام عجلی نے کہا: مروزي ثقة... إلخ

(تاریخ الثقات للعجلی ص ۴۵۱ ت ۱۶۹۵)

بعض لوگوں نے کسی غلط فہمی کی وجہ سے چودھویں صدی میں امام عجلی کو متساہل لکھ دیا ہے۔ حالانکہ عجلی کو متساہل کہنا کئی لحاظ سے غلط ہے:

① اس ثقہ بالاتفاق امام کو امام عباس بن محمد الدوری نے امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن معین کے مثل (برابر) قرار دیا ہے۔ (تاریخ بغداد ۴/۲۱۴ ت ۱۹۰۶، وسندہ صحیح)

② امام یحییٰ بن معین نے عجلی کے بارے میں کہا: ''هو ثقة ابن ثقة ابن ثقة '' وہ ثقہ ہیں ،ان کے والد ثقہ ہیں، ان کے دادا ثقہ ہیں۔ (تاریخ بغداد ۴/ ۲۱۵ وسندہ صحیح)

③ ثقہ امام ولید بن بکر الاندلسی نے عجلی کو امام ابن معین جیسا حافظ (نظیرہ فی الحفظ) قرار دیا۔ (تاریخ بغداد ۴/ ۲۱۵، وسندہ صحیح)

اور انھیں متقن (ثقہ) حفاظِ کرام میں شمار کیا۔ (ایضاً ص ۲۱۴ وسندہ صحیح)

④ متقدمین میں سے کسی محدث نے العجلی پر تساہل کا الزام نہیں لگایا۔

⑤ محدثین نے اسماء الرجال کے علم میں العجلی پر اعتماد کیا ہے۔ جس پر تہذیب التہذیب اور تقریب التہذیب وغیرہما شاہد ہیں۔ اس مسئلے پر کچھ تفصیل راقم الحروف نے اپنے رسالہ ''القنابل الذرية فی ابطال أصول الفرقة المسعودية'' میں لکھی ہے۔ (مخطوط ص ۱۴)

یہ رسالہ ایک شخص..... کے جواب میں ۵/ اکتوبر ۱۹۹۶ء کو لکھا گیا تھا۔

(۷) مسلم: امام مسلم نے اپنی مشہور کتاب الصحیح کے مقدمہ میں نعیم کی روایت سے استدلال کیا۔ (ج ا ص ۱۷، ترقیم دارالسلام: ۶۶)

(۸) ابوحاتم الرازی: آپ نے ان کے بارے میں محلّہ الصدق کہا ہے۔

(الجرح والتعدیل ج ۸ ص ۴۶۴)

(۹) ابن حبان: آپ نے انھیں کتاب الثقات میں ذکر کیا اور کہا: ''روى عنه أبو حاتم الرازی، ربما أخطأ و وهم، مات سنة ثمان و عشرين و مائتين''

ان سے ابوحاتم رازی نے حدیث بیان کی، انھیں کبھی کبھار خطاء اور وہم ہوا ہے، ان کی وفات ۲۲۸ھ میں ہوئی۔ (الثقات ج ۹ ص ۲۱۹)

حافظ ابن حبان نے نعیم بن حماد سے صحیح ابن حبان میں بطورِ حجت روایت لی ہے۔

(دیکھئے الاحسان: ۳۴۱)

(۱۰) الحاکم النیسابوری: آپ نے ان کی ایک روایت کو صحیح کہا۔ (المستدرک ج ۴ ص ۱۴۵ ح ۷۲۳۱)

(۱۱) حافظ الذہبی: ذہبی نے اپنی جروح کے خلاف انھیں '' معرفة الرواة المتكلم فيهم

بما لا یوجب الرد " میں ذکر کیا، بلکہ تلخیص المستدرک (ج ۴ ص ۱۴۵ ح ۷۲۳۱) میں ان کی ایک (منفرد) روایت کو صحیح کہا ہے۔

(۱۲) نورالدین الہیثمی نے کہا: ثقة (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۴۷)

☆ امام احمد بن حنبل سے مروی ہے کہ انھوں نے نعیم کو ثقہ کہا۔

(الکامل لا بن عدی ص ۲۴۸۲ ج ۷، میزان الاعتدال ج ۴ ص ۲۶۷، سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۵۹۷، تہذیب التہذیب، تہذیب الکمال، بحرالدم فیمن تکلم فیہ الامام احمد بمدح وذم لابن عبدالہادی ص ۴۳۲)

اس قول کی صحت میں نظر ہے۔ واللہ اعلم

امام احمد نے فرمایا: "كنا نسميه نعيمًا الفارض " ہم انھیں نعیم الفارض (علمِ فرائض کا ماہر) کہتے تھے۔ (کتاب العلل ومعرفۃ الرجال ۳/ ۴۳۷ فقرہ: ۵۸۶۰)

اور فرمایا: "وكان من أعلم الناس بالفرائض " اور وہ (نعیم) لوگوں میں علمِ فرائض (علمِ میراث) کے سب سے بڑے عالم تھے۔ (تاریخ بغداد ۱۳/ ۳۰۷ وسندہ صحیح)

(۱۳) ابن عدی نے ان کی چند احادیث ذکر کر کے کہا: "وعامة ما أنكر عليه هو هذا الذي ذكرته وأرجو أن يكون باقي حديثه مستقيمًا " اور ان (نعیم) کی عموماً جن روایات کا انکار کیا گیا ہے وہ یہی ہیں جو میں نے ذکر کر دی ہیں۔ اور مجھے امید ہے کہ ان کی باقی (ساری) حدیث مستقیم (یعنی صحیح ومحفوظ) ہے۔ (الکامل ص ۲۴۸۹ ج ۸)

محققین نے اس قول کو اعدل الاقوال قرار دیا ہے اور ہماری تحقیق میں بھی یہی قول اعدل الاقوال اور قولِ فیصل ہے۔ ان روایات منتقدہ (جن پر تنقید کی گئی ہے) کا ذکر آ رہا ہے جن پر امام ابن عدی وغیرہ نے تنقید کی ہے۔

☆ حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں انھیں "صدوق يخطئ كثيرًا" کہتے ہوئے ابن عدی کے قول کو ملخصاً ذکر کیا ہے اور تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ

"وأما نعيم فقد ثبتت عدالته و صدقه و لكن في حديثه أوهام معروفة.. و قد مضى أن ابن عدي يتتبع ما وهم فيه فهذا فصل

القول فیہ'' مگر نعیم کی عدالت اور سچا ہونا ثابت ہے لیکن ان کی حدیث میں (بعض) اوہام ہیں جو معروف ہیں.. اور یہ گزر چکا ہے کہ ابن عدی نے ان کے اوہام جمع کئے ہیں۔ پس (ابن عدی کا) یہی قول ان کے بارے میں قولِ فیصل ہے۔ (ص ۴۱۲، ۴۱۳ ج ۱۰)

(۱۴) الخزرجی نے '' خلاصة تذهيب تهذيب الكمال في أسماء الرجال '' میں نعیم کو ذکر کیا ہے (ص ۴۰۳) احمد، ابن معین اور عجلی سے ان کی توثیق نقل کی ہے۔ ان پر ابن عدی کا قول ذکر کیا اور کوئی جرح نقل نہیں کی لہٰذا نعیم مذکور الخزرجی کے نزدیک (الکامل کی روایات منتقدہ کے علاوہ) ثقہ وصدوق ہیں۔

(۱۵) کرمانی نے صحیح بخاری کی شرح میں نعیم بن حماد کے بارے میں امام احمد کی توثیق نقل کی اور جرح سے مکمل اعراض کیا۔ (دیکھئے ج ۳ ص ۱۰۶)

لہٰذا وہ کرمانی کے نزدیک ثقہ ہیں۔

(۱۶) عینی حنفی نے بھی نعیم پر امام احمد کی تعریف نقل کی اور جرح کے ذکر سے اعراض کیا۔

(دیکھئے عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۸۶)

(۱۷) علامہ نووی نے ان کی ایک حدیث ((لا يؤمن أحدكم حتى يكون هواه تبعًا لما جئت به)) کی تصحیح کی ہے (الاربعین النوویہ: ۴۱) اور یہ توثیق ہے۔

☆ انور شاہ کاشمیری دیوبندی نے نعیم بن حماد کی سند کو قوی کہا۔ (نیل الفرقدین ص ۶۰ طبع ۱۳۵۰ھ)

☆ ظفر احمد تھانوی دیوبندی نے نعیم کو ''من رجال الصحيحين'' لکھ کر حجت پکڑی اور ان پر جرح نہیں کی۔ (دیکھئے اعلاء السنن ج ۳ ص ۷۰ وفی نسخہ ص ۵۶)

یہ تھانوی صاحب وہی ہیں جو دیوبندی مذہب کی اندھا دھند حمایت کے لئے تصحیح وتضعیف اور جرح وتعدیل میں شعبدہ بازی سے کام لیتے تھے۔ مشہور عربی محقق عداب محمود الحمش تھانوی صاحب کی کتاب اعلاء السنن کے بارے میں لکھتے ہیں: ''و في هذا الكتاب بلايا و طامات مخجلة'' اس کتاب میں مصیبتیں اور رسوا کن تباہیاں ہیں۔ (رواۃ الحدیث ص ۲۷)

☆ عبدالقادر القرشی حنفی نے کہا: ''الإمام الکبیر ... قال أحمد : کان من الثقات'' إلخ

(الجواہر المضیۃ ۲/ ۲۰۲)

(۱۸) ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن محمد بن عبدالرحمٰن السرخسی القراب (متوفی ۴۲۹ھ) نے نعیم بن حماد وغیرہ کے بارے میں کہا: '' **کلھم صدوق ، لھم غرائب** ''

(ذم الکلام للھروی: ۱۰۲، دوسرا نسخہ: ۹۸ ب)

یعنی ابو یعقوب القراب کے نزدیک نعیم بن حماد صدوق ہیں، ان کی غریب روایتیں ہیں۔

(۱۹) ابن خزیمہ نے نعیم بن حماد سے بطورِ حجت صحیح ابن خزیمہ میں روایت لی ہے۔

دیکھئے ج ۳ ص ۳۵۰ ح ۲۲۳۶

(۲۰) ابن الجارود نے المنتقیٰ (صحیح ابن الجارود) میں نعیم کی روایت سے استدلال کیا ہے۔

دیکھئے منتقیٰ ابن الجارود (۳۷۱)

(۲۱) ابو عوانہ نے نعیم سے صحیح ابی عوانہ میں روایت لی ہے۔ (مسند ابی عوانہ ۱/ ۴۱۷ ح ۳۲۸)

(۲۲) الضیاء المقدسی نے المختارہ میں نعیم سے روایت لی۔ (الاحادیث المختارہ ۸/ ۲۶۶ ح ۳۲۴)

(۲۳) طحاوی نے شرح معانی الآثار اور شرح مشکل الآثار میں نعیم سے بہت سی روایتیں لی ہیں اور کوئی جرح نہیں کی بلکہ ان کی ایک روایت کو باب میں سب سے بہتر (**أحسن ما ذکرناہ في ھذا الباب**) قرار دیا ہے۔ (مشکل الآثار طبع قدیم ۳/ ۲۲۶)

(۲۴) بیہقی نے نعیم بن حماد کی بیان کردہ ایک موقوف روایت کے بارے میں کہا:

''**و ھذا موقوف حسن في ھذا الباب .**'' (السنن الکبریٰ ۳/ ۴۱۰)

معلوم ہوا کہ جمہور محدثین کے نزدیک نعیم بن حماد ثقہ وصدوق ہیں لہٰذا وہ حسن الحدیث ہیں۔ والحمدللہ

روایات منتقدۃ (جن پر تنقید کی گئی ہے) اور ان کا جائزہ

اب الامام المعتدل ابو احمد بن عدی کے قول کی روشنی میں ان روایات کا مختصر جائزہ پیشِ خدمت ہے۔ جن کے بارے میں امام نعیم بن حماد پر تنقید کی گئی ہے۔

(۱) نعیم بن حماد نے کہا:

'' ثنا عيسى بن يونس عن حريز بن عثمان عن عبدالرحمٰن بن جبير ابن نفير عن أبيه عن عوف بن مالك رضى الله عنه قال قال رسو ل الله صلى الله عليه و سلم: ((ستفترق أمتي على بضع و سبعين فرقة أعظمها فرقة قوم يقيسون الأمور برأيهم فيحرمون الحلال ويحللون الحرام)) میری اُمت ستر سے کچھ اوپر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ان میں سب سے بڑا (ضرررساں) فرقہ وہ قوم ہوگی جو اپنی رائے سے قیاس کرکے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کردیں گے۔

(المستدرک ج۴ ص۴۳۰ ح ۸۳۲۵، وقال: ''ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین'' والکامل ج ۷ ص ۲۴۸۳)

اس روایت میں سوید بن سعید الحدثانی (ضعيف في غير صحيح مسلم) عبداللہ بن جعفر الرقی (ثقة تغير) اور الحکم بن المبارک (صدوق ربما وهم) تینوں نے نعیم کی متابعت کررکھی ہے۔(التنکیل ج ۱ ص ۴۹۷) نیز دیکھئے میزان الاعتدال ج ۴ ص ۲٦۸

اس حدیث کے بعض معنوی شواہد بھی موجود ہیں، مثلاً صحیح بخاری (ج ۲ ص ۱۰۸٦ کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ باب ما یذکر من ذم الرأی)

(۲) نعیم بن حماد نے کہا:

''ثنا الوليد بن مسلم عن عبدالرحمن بن يزيد بن جابر عن ابن أبي زكريا عن رجاء بن حيوة عن النواس بن سمعان قال قال رسول الله ﷺ: ((إذا أراد الله أن يوحى با لأمر...)) إلخ بطوله

(کتاب التوحید لابن خزیمہ ص ۱۴۴، ۱۴۵، دوسرا نسخہ ۱/ ۳۴۸، ۳۴۹ ح ۲۰٦، التنکیل بما فی تانیب الکوثری من الاباطیل ج ۱ ص ۴۹۷، ۴۹۸)

اس متن کے بعض شواہد صحیح بخاری وغیرہ میں موجود ہیں (حوالہ مذکورہ) دوسرے یہ کہ اگر یہ روایت ضعیف ہے تو ولید بن مسلم کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ولید مذکور مشہور مدلس

ہیں اور اصول حدیث میں یہ مقرر ہے کہ مدلس کی معنعن روایات، عدمِ تصریحِ سماع وعدمِ متابعت کی صورت میں (غیر صحیحین میں) حجت نہیں ہوتیں۔

(۳) نعیم نے کہا:

'' ثنا ابن وهب :حد ثنا عمرو بن الحارث عن سعيد بن أبي هلال عن مروان بن عثمان عن عمارة بن عامر عن أم الطفيل امرأة أبي أنها سمعت النبی صلی اللہ علیه وسلم يذكر أنه رأى ربه تعالى فی المنام '' إلخ

(تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۱۱ بحوالہ التنکیل ص ۴۹۸، ومیزان الاعتدال ص ۲۶۹ ج ۴)

اسے یحییٰ بن سلیمان الجعفی (صدوق يخطئ) احمد بن صالح (ثقة إمام) اور ایک جماعت نے عبداللہ بن وہب سے بیان کیا ہے اور اس کے متعدد شواہد بھی ہیں۔

(۴) نعیم نے کہا:

" ثنا سفيان بن عيينة عن أبی الزناد عن الأعرج عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال: ((إنكم فی زمان من ترك منكم عشر ما أمربه هلك)) " إلخ

(سنن ترمذی: ۲۲۶۷ وقال: غریب، الکامل لابن عدی ص ۲۴۸۳ ج ۷، تذکرہ الحفاظ للذہبی ج ۲ ص ۴۱۸ ت ۴۲۴ وقال : " منكر لا أصل له من حديث رسول الله ﷺ ولا شاهد ولم يأت به عن سفيان سوى نعيم وهو مع إمامته منكر الحديث ")

سفیان بن عیینہ کے عنعنہ سے صرفِ نظر کرتے ہوئے عرض ہے کہ اس روایت کے کئی شواہد ہیں۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو السلسلۃ الصحیحۃ میں ذکر کیا ہے (۶/ ۴۰ ح ۲۵۱۰)

شواہد میں سے بعض کا تذکرہ درج ذیل ہے:

۱: مرسل (علل الحدیث لابن ابی حاتم ج ۲ ص ۴۲۹ ح ۲۷۶۴، النکت الظراف لابن حجر ۱۰/ ۲۷۱ ح ۱۳۷۲۱)

۲: مرسل الحسن/ الفتن للداني (ج ۳ ص ۵۴۱ ح ۲۲۹)

۴: حدیث ابی ذر رضی اللہ عنہ

(مسند الامام احمد ج۵ ص۱۵۵، ذم الکلام للہروی ح۱۰۰ وفی نسخۃ الشبل: ۹۷ والتاریخ الکبیر للبخاری ۲/۴/۳۷ ح۲۸۱۹ مختصراً)

اس روایت کی سند ''رجــل'' نامعلوم کی وجہ سے ضعیف ہے لہٰذا درج بالا بحث کی روشنی میں نعیم پر اعتراض صحیح نہیں ہے۔

حافظ ذہبی کو اس میں وہم ہوا ہے کہ اس روایت کا کوئی شاہد نہیں ہے۔ **واللہ أعلم**

(۵) نعیم نے ابن المبارک اور عبدہ سے عن عبیداللہ عن نافع عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز میں بارہ (۱۲) تکبیریں کہتے تھے۔ پہلی رکعت میں سات اور دوسری رکعت میں پانچ۔ (الکامل ص۲۴۸۴ والمیزان ص۲۶۹ ج۴ والتنکیل ص۴۹۹، ۵۰۰)

نافع سے یہ روایت موقوفاً ثابت ہے۔ دیکھئے موطأ امام مالک (۱/۱۸۰ ح۴۳۵ وسندہ صحیح)

مرفوع روایت کے متعدد شواہد موجود ہیں مثلاً عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی وہ روایت جسے ابوداود (۱۱۵۱) نے حسن لذاتہ سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور بخاری وغیرہ نے صحیح کہا ہے۔

(۶، ۷) نعیم نے کہا:

'' ثنابقية عن ثور بن يزيد عن خالد بن معدان عن واثلة بن الأسقع قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ((المتعبد بلافقه كالحمار في الطاحونة)) وبه قال صلى الله عليه وسلم: ((تغطيةالرأس بالنهار رفقة وبالليل زينة))''

(الکامل ص۲۴۸۴، میزان الاعتدال ص۲۶۹)

نعیم والی ان دو روایتوں کا راوی محمد بن الحسین بن شہریار مجروح ہے امام دارقطنی نے کہا: ''لیس به بأس'' ابن ناجیہ نے کہا: ''یکذب'' ابن شہریار جھوٹ بولتا ہے۔ (تاریخ بغداد ۲/۲۳۲)

ابن ناجیہ نے اپنی جرح کی دلیل بھی بیان کی ہے۔ لسان المیزان میں بھی ابن شہریار پر جرح موجود ہے لہٰذا نعیم سے ان دونوں روایتوں کا انتساب مشکوک ہے۔ بقیہ صدوق مدلس ہیں، یہ روایت اگر بقیہ تک صحیح بھی ہوتی تو پھر بھی اُن کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(۸) نعیم نے کہا:

" ثنا الدراوردي عن سهيل عن أبيه عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال: ((لاتقل أهريق الماء ولكن قل: أبول))"

(الکامل ص ۲۴۸۴، میزان الاعتدال ۲۶۹/۴)

اس روایت کی سند کا ایک راوی عبدالملک ہے جس کا تعین مطلوب ہے۔

حافظ ذہبی نے موقوف کو صواب (صحیح) قرار دیا ہے۔ یہاں بطور تنبیہ عرض ہے کہ اس روایت کے بارے میں ابوالاحوص (العکبری) کا قول مذکور ہے کہ "رفع نعيم هذا الحديث" نعیم نے اس حدیث کو مرفوع بیان کیا ہے۔ (الکامل ۲۴۸۴/۷)

اور یہ قول سیر اعلام النبلاء میں غلطی سے " وضع نعيم هذاالحديث" چھپ گیا ہے۔

(ج ۱۰ ص ۶۰۸)

حافظ ذہبی نے سخت الفاظ استعمال کرتے ہوئے اس کی صراحت کی ہے کہ نعیم نے اس حدیث کے مرفوع بیان کرنے سے رجوع کرلیا تھا۔ (لہٰذا نعیم پر اعتراض ہر لحاظ سے مردود ہے)

(۹) نعیم نے کہا:

"ثنا الفضل بن موسى: ثناأبو بكر الهذلي عن شهر بن حوشب عن ابن عباس قال: خيّر النبي ﷺ بين أزواجه فاختر نه و لم يكن ذاك طلاقاً" (الکامل ص ۲۴۸۵ ج ۷) اس کا پہلا راوی عبدالملک نامعلوم التعین ہے کما تقدم اور ابوبکر الہذلی اَخباری متروک الحدیث ہے۔ (تقریب التہذیب: ۸۰۰۲)

اس روایت کے معنوی شواہد صحیح بخاری وغیرہ میں موجود ہیں۔ مثلاً دیکھئے الصحیح للبخاری (کتاب الطلاق باب ۵ ح ۵۲۶۲، ۵۲۶۳ ص ۱۱۴۱، طبع دارالسلام ریاض)

(۱۰) نعیم نے کہا:

" ثنا رشدين بن سعد عن عقيل عن ابن شهاب عن أبيه عن

أبي هريرة عن النبي ﷺ: ((لو كان ينبغي لأحد أن يسجد لأحد دون الله عزوجل لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها)) '' (الکامل ۷/ ۲۴۸۴)

اس میں رشدین بن سعد ضعیف ہے۔ (تقریب التہذیب: ۱۹۴۲) لہٰذا نعیم پر اعتراض مردود ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ متن دوسری قوی اسانید سے ثابت ہے مثلاً دیکھئے کتبِ سنن، صحیح ابن حبان اور المستدرک (ج ۴ ص ۱۷۲) وغیرہ، بعض کو حاکم و ذہبی دونوں نے صحیح کہا ہے۔

(۱۱) نعیم بن حماد نے کہا:

''ثنا معتمر عن أبيه عن أنس عن أبي بكر الصديق عن النبي ﷺ قال: ((في خمسة من الإبل شاة، فذكر صدقة الإبل)) ''

(الکامل ۷/ ۲۴۸۴)

یہ روایت امام بخاری وغیرہ نے نعیم سے موقوفاً بیان کی ہے (ایضاً) لہٰذا عین ممکن ہے کہ احمد بن آدم (شاگرد نعیم) یا عبدالرحمٰن بن عبدالمومن کو وہم ہو گیا ہو۔ پانچ اونٹوں میں ایک بکری زکوٰۃ کا ثبوت صحیح بخاری میں بھی ہے۔

دیکھئے الجامع الصحیح للبخاری (کتاب الزکوٰۃ ب ۳۸ زکوۃ الغنم ح ۱۴۵۴ ص ۲۸۹ ط دارالسلام)

(۱۲) نعیم نے کہا:

''ثنا ابن المبارك عن معمر عن الزهري عن أنس أن رسول الله ﷺ كان إذا جاء شهر رمضان قال للناس: ((قد جاء شهر مطهر تفتح به أبواب الجنة)) '' إلخ (الکامل ۷/ ۲۴۸۴)

اس روایت کے معنوی شواہد صحیحین وغیرہما اور الامالی للشجری (ج ۱ ص ۲۸۶، ۲۸۷ ج ۲ ص ۲، ۳) وغیرہ میں موجود ہیں۔ خود حافظ ابن عدی نے صراحت کی ہے کہ یہی روایت معمر نے '' عن الزهري عن ابن أبي أنس عن أبيه عن أبي هريرة '' کی سند سے بیان کی ہے۔ (لہٰذا متن شاذ نہیں ہے)

(۱۳) ابن عدی نے عبدالرحمٰن بن محمد بن علی بن زہیر (؟) سے نقل کیا ہے کہ '' ثنا محمد

ابن حیوۃ: ثنا نعیم بن حماد: ثنا بقیۃ عن عبداللّٰہ مولٰی عثمان'' إلخ

(الکامل ۷/۲۴۸۳)

اس روایت میں ہے کہ عصبیت (قبیلہ پرستی وغیرہ) پر لڑنے والا جہنم میں جائے گا۔ بقیہ کی تدلیس اور عبدالرحمٰن کے حال سے صرفِ نظر کرتے ہوئے عرض ہے کہ محمد بن حیوہ متہم بالکذب ہے۔ (قالہ الذہبی/لسان المیزان ج۵ص۱۷۱)

خطیب وغیرہ نے بھی اس پر جرح کی ہے لہٰذا نعیم پر اعتراض باطل ہے۔ متن حدیث کے شواہد بھی ہیں۔ یہ ہیں وہ کل روایات جن پر حافظ ابن عدی، حافظ ذہبی وغیرہما نے تنقید کی ہے۔ نعیم بن حماد کے بارے میں شیخ عبدالرحمٰن بن یحییٰ المعلمی لکھتے ہیں:

''وقضیۃ ذلك أنھا أشد ما انتقد علیہ، ومن تدبر ذلك و علم کثرۃ حدیث نعیم وشیوخہ وأنہ کان یحدث من حفظہ وکان قد طالع کتب العلل جزم بأن نعیمًا مظلوم وأن حقہ أن یحتج بہ ولو انفرد، إلا أنہ یجب التوقف عما ینکر مما ینفرد بہ: فإن غیرہ من الثقات المتفق علیھم قد تفردوا و غلطوا'' إلخ

اور خلاصہ یہ ہے کہ یہ روایات وہ ہیں جن کی وجہ سے ان (نعیم) پر شدید تنقید کی گئی ہے۔ اور جو شخص غور کرے اور نعیم اور ان کے اساتذہ کی کثرت حدیث سے واقف ہو اور یہ بھی جانتا ہو کہ وہ (نعیم) حافظہ سے حدیث بیان کرتے تھے اور اس شخص نے کتبِ علل کا مطالعہ بھی کیا ہو تو بالجزم کہے گا کہ نعیم مظلوم ہیں اور ان کا یہ مقام ہے کہ جس روایت میں وہ منفرد ہوں اس سے حجت پکڑی جائے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ جن روایات میں ان کے تفرد کی وجہ سے انکار کیا گیا ہے ان میں توقف کیا جائے۔ بے شک ان کے علاوہ دوسرے بالاتفاق ثقہ راویوں نے بھی بعض روایات میں تفرد کیا ہے اور انھیں غلطیاں بھی لگی ہیں۔ (التنکیل ج۱ص۵۰۰)

نعیم کے ذِکر (حالات) کے شروع میں شیخ المعلمی لکھتے ہیں:

''نعيم من أخيار الأمة وأعلام الأئمة وشهداء السنة،ما كفى الجهمية الحنفية أن اضطهدوه في حياته إذحا ولوا اكراهه على أن يعترف بخلق القرآن فأبى فخلدوه فى السجن مثقلاًبالحديد حتى مات فجربحديده فألقي في حفرة ولم يكفن ولم يصل عليه___ صلت عليه الملائكة___حتى تتبعوه بعد موته بالتضليل و التكذيب على أنه لم يجرؤ منهم على تكذيبه أحد قبل الأستاذ ''

نعیم اُمت مسلمہ کے چیدہ اشخاص میں سے، بڑے اماموں اور (اہل) سنت کے شہداء میں سے ہیں۔جہمی حنفیوں (ابن ابی دواد وغیرہ) نے اس پر اکتفا نہیں کیا کہ اسے اس کی زندگی میں مجبور کیا۔انھوں نے پوری کوشش کی کہ وہ قرآن کے مخلوق ہونے کے قائل ہو جائیں ۔انھوں (نعیم) نے انکار کیا تو انھوں نے ان کو زنجیروں کے ساتھ باندھ کر جیل میں بند کیا۔جب وہ شہید ہو گئے تو انھیں گھسیٹ کر گڑھے میں پھینک دیا گیا۔نہ (ان ظالموں نے) انھیں کفن پہنایا اور نہ نماز جنازہ پڑھی (ہمارے خیال میں) فرشتوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔حتیٰ کہ ان کی شہادت کے بعد انھوں نے انھیں گمراہ اور جھوٹا کہنا شروع کر دیا۔باوجود اسکے کہ نعیم کی (اتنی صریح) تکذیب کی استاد (کوثری) سے پہلے کسی نے جرأت نہیں کی۔(التنکیل ص ۴۹۳ ج ۱)

لہٰذا ثابت ہوا کہ نعیم بن حماد جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق، حسن الحدیث تھے۔آپ کی صرف تیرہ (۱۳) احادیث پر تنقید کی گئی ہے۔جس کا جواب آسان ہے۔کما تقدم

ان کے علاوہ نعیم نے اپنے حافظے سے جو ہزاروں روایتیں بیان کی ہیں ان پر کسی قابل اعتماد محدث کی جرح ثابت نہیں ہے۔بعض جدید محققین و متحققین کا ازدی (کذاب) اور دولابی (ضعیف) کی اندھا دھند پیروی میں نعیم پر جرح کرنا صحیح نہیں ہے۔ وما علینا إلا البلاغ

(۲۹ رمضان ۱۴۱۸ھ بمطابق ۲۸ جنوری ۱۹۹۸ء)

کلمۃ الحدیث

ابو خالد

اللہ کے نیک بندوں کو تکلیف نہ دیں

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لا تؤذوا عباد اللّٰه ولا تعيّروهم ولا تطلبوا عوراتهم فإنه من طلب عورة أخيه المسلم طلب اللّٰه عورته حتى يفضحه في بيته .)) اللہ کے بندوں کو تکلیف نہ دو، نہ انھیں طعنے دو اور نہ اُن کے پوشیدہ عیب تلاش کرو کیونکہ جو اپنے مسلمان بھائی کے پوشیدہ عیب تلاش کرے گا تو اللہ اس کے عیب کو ظاہر کر کے اسے اس کے گھر میں ذلیل کر دے گا۔

(مسند الامام احمد ج ۵ ص ۲۷۹ ح ۲۲۴۰۲ وسندہ حسن)

دینِ اسلام ہمیں ایک دوسرے سے بھائی چارے اور حسنِ سلوک کا حکم دیتا ہے کیونکہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ظلم ہونے دیتا ہے۔ اگر کسی بھائی سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو اس کی پردہ پوشی کرنا بڑے اجر و ثواب کا کام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((ومن ستر مسلمًا ستره اللّٰه يوم القيامة .)) اور جس نے کسی مسلمان (کے عیوب) کی پردہ پوشی کی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس (کے عیوب) کی پردہ پوشی کرے گا۔ (صحیح بخاری: ۲۴۴۲، صحیح مسلم: ۲۵۸۰، دارالسلام: ۶۵۷۸)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر چڑھے تو بلند آواز سے فرمایا: مسلمانوں کو تکلیف نہ دو اور نہ انھیں طعنے دو، ان کے پوشیدہ عیب تلاش نہ کرو کیونکہ جو اپنے مسلمان بھائی کے عیب تلاش کرے گا تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے عیب ظاہر کر دے گا اور جس کے عیب اللہ ظاہر کر دے گا تو اسے اس کے گھر کے اندر ذلیل کر دے گا۔

(سنن الترمذی: ۲۰۳۲ وقال: ''ھذا حدیث حسن غریب'' وسندہ حسن)

اسلام امن اور سلامتی کا دین ہے جس پر اللہ کے خوف اور فکرِ آخرت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے عمل کرنے سے یہ دنیا امن و سلامتی کا گہوارا بن سکتی ہے۔

ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی

ننگے سر رہنا کیسا ہے؟

① سیدنا عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا اور آپ کے سر پر سیاہ رنگ کا عمامہ تھا اور آپ نے اس کے دونوں سرے دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑے ہوئے تھے۔ (مسلم:۱۳۵۹، دارالسلام:۳۳۱۲)

② سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہوئے اور آپ کے سر پر سیاہ رنگ کا عمامہ تھا۔(مسلم:۱۳۵۸، دارالسلام:۳۳۰۹)

③ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا اور آپ کے سر پر سیاہی مائل رنگ کا عمامہ تھا۔ (شمائل ترمذی:۹۵ وسندہ حسن)

④ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کے سر پر سفید عمامہ باندھا تھا۔

(دیکھئے المستدرک للحاکم ۵۴۰/۴ ح ۸۶۲۳، اتحاف المہرہ ۵۹۰/۸ ح ۱۰۰۱۵، وسندہ حسن وصححہ الحاکم ووافقہ الذہبی)

⑤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عمامہ پر مسح بھی کیا کرتے تھے۔

(صحیح بخاری:۲۰۵، صحیح مسلم:۲۷۴، دارالسلام:۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۶)

⑥ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اپنے سروں پر عمامہ رکھتے تھے مثلاً:

(۱) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (مسلم:۲۵۵۲، دارالسلام:۶۵۱۳-۶۵۱۵) (۲) عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ (بخاری: ۴۰۳۹) (۳) عبیداللہ بن عدی بن الخیار رضی اللہ عنہ (بخاری:۴۰۷۲)

⑦ کئی تابعینِ عظام سے کالے عمامے باندھنا ثابت ہے۔

(دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ۲۳۶/۸ ح ۲۴۹۵۲، ۲۳۷/۸ ح ۲۴۹۶۱)

نتیجہ: صحابۂ کرام و تابعینِ عظام کا یہ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا نتیجہ تھا۔ کیا ہم نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کے اس پہلو پر کبھی غور کیا ہے اور کیا ہم اس سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کرنے کے لئے تیار ہیں؟